BROWN
BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_226002
UNIVERSAL LIBRARY

(حقوق طبع محفوظ ہیں)

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

(اے ایمان والو) اچھے کاموں میں ایک دوسری کی مدد کرو اور برے کاموں سے ایک دوسری کو ہٹاؤ۔

بعون خالق الارض والسماوات

رسالہ

# سفینۂ نجات

مشمول

چھوت چھات

مؤلفہ

راجی الی رحمت ربّ سبحان شیخ عبدالرحمن مالک کتبخانہ اسلامیہ

باہتمام شیخ عبدالعزیز صاحب پرنٹر

[illegible] بازار الیکٹرک پریس امرتسر میں طبع ہوا

# کتبخانہ اسلامیہ امرتسر کی مختصر فہرستِ کتب

## اردو ترجمہ کتاب الروح

میں بینظیر کتاب میں علامہ ہادی مصری فلاسفر نے امام شافعی، امام مالک، امام رازی، امام غزالی، امام راغب اصفہانی، امام قرطبی، امام شعرانی، امام حجر عسقلانی، ابن عربی، سراج الأمت ابن قیم جوزی، حکیم بوعلی سینا۔ افلاطون، بقراط، فیثا غورث، شیخ الرئیس بوعلی سینا، وغیرہ وغیرہ مشہور آفاق مصنفوں کی جلیل القدر تصانیف میں سے روح انسانی کے متعلق حقائق و معارف کا وہ بیش بہا ذخیرہ جمع کیا ہے جسکو نہ آپکی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ کانوں نے سنا۔ اس کتاب میں روح کی گذشتہ و موجودہ اور آئندہ زندگی پر بطریق فلسفیانہ نہائیت مدلل اور مفصل مباحثہ کیا گیا ہے۔ روح کے قدیم اور حادث ہونیکی بحث۔ خلق انسان کی کیفیت۔ معرفت الٰہی کے معرفتِ روح پر منحصر ہونے کے دلائل۔ حواس ظاہری و باطنی کے اسرار و عجائبات، اعضاء بدن کی تشریح اور انکی عجیب و غریب حکمتیں۔ تناسخ کی تردید۔ عالم برزخ کی ماہیت۔ ارواح کی دوامی ترقی کی حقیقت۔ اعمال کی جزا و سزا کی ضرورت، وغیرہ مسائل روحانی سے اگر آپ واقفیت تامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایکدفعہ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ روح کے متعلقہ حالات جس شرح و بسط سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں یقیناً آپکو کسی اور کتاب میں نہ ملینگے۔ صفحات ۲۱۲۔ قیمت فی جلد ۱۲؍

## بدور السافرہ فی امور الآخرہ

یہ کتاب امام جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے۔ امام ممدوح نے قرآن کریم کی ان جملہ آیات کو جنمیں حشر و نشر۔ حساب۔ کتاب۔ پلصراط۔ حوض کوثر۔ شفاعت۔ میزان۔ نشر اعمال بہشت دوزخ کا بیان ہے اسمیں جمع کر کے حدیث نبویؐ کیساتھ تفسیر کردی ہے۔ اس کتاب کے صفحات ۳۸۸ اور باب ۱۰۸ ہیں قیمت فیجلد ۱۲؍

## عقائد اسلامیہ

اس میں شبہ نہیں کہ سائنس و فلسفہ جدید کی سحر کاریوں نے دنیا کو زیادہ تر مادہ پرست بنا کر مذہبی قیود سے بالکل آزاد کردیا ہے خصوصاً انگریزی خوان اصحاب کے قلوب انکے زہریلے اثرات سے اسقدر متاثر ہوئے ہیں کہ معجزات، قیامت، بہشت، دوزخ وغیرہ مسائل مابعد الموت پر کامل ایمان تو کجا انہیں سے اکثر انکو بعید از عقل سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ علماء امت نے آجتک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی جو ایکطرف ایسے انگریزی خوان مسلمانوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرے۔ دوسری طرف مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب بھی دے سکے۔ عقائد اسلامیہ میں ثبوت وجود

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی خلفاء الراشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین

اما بعد

**برادران اسلام!** دنیائے اسلام اسوقت جن آلام و مصائب میں مبتلا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں دنیاوی ترقی کا ہر شعبہ ان کے دخل و تصرف سے نکل چکا ہے۔ دینی حالت اسقدر مسخ ہوگئی ہے کہ ہمارے بیہودہ رسم و رواج اور جاہلانہ حرکات سکنات کو دیکھکر وہ اغیار بھی مضحکہ اڑاتے ہیں جنکو ہم کسی زمانہ میں وحشی اقوام کے نام سے یاد کرتے تھے۔ کیا ایسی حالت میں ہر سمجھدار۔ وقت شناس اور ہمدرد قوم کا جو اسلام کی کشتی پر سوار ہے یہ فرض نہیں کہ اس سفینہ کو گرداب مصائب اور ورطۂ ہلاکت سے نکالنے اور ساحل مراد تک پہونچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام لے؛ وہ اسباب جنکے فقدان سے مسلمان اسوقت دنیا میں ذلیل ترین زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بظاہر بے شمار ہیں مگر مختصر لفظوں میں اگر اون سب کا خلاصہ بیان کیا جائے تو ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمام دینی بربادی اور دنیاوی تباہی اسلئے ہم پر مسلط ہوگئی ہے کہ ہم نے قرآن کریم کی اُس احسن تعلیم کو جسکی برکت سے ہم کسی زمانہ میں تمام دنیا پر حکمرانی اور جہانبانی کے مدارج عالیہ پر فائز ہوگئے تھے۔ بالکل فراموش کردیا ہے۔ آنحضرت صلعم کا وہ اسوۂ حسنہ جسکی بدولت عرب کی صحرا نشین اور وحشی اقوام کی مادی اور روحانی زندگی نہایت ہی قلیل عرصے میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی پس پشت ڈالدیا ہے اب ہماری حالت اسقدر عبرتناک ہوگئی ہے کہ نہ مادیات میں ہم کسی قوم کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور نہ روحانیات میں کوئی خاص امتیاز ہمکو حاصل ہے۔ صراط مستقیم جسپر چلنے سے دنیا میں آزادی آسودگی اور آخرت میں فوز عظیم حاصل ہوتا ہے۔ ہم سے بمراحل دور جا پڑا ہے یہی وجہ ہے کہ اب ہم ہر بات میں دوسروں کے دست نگر، ہر میدان میں اقوام عالم سے پیچھے بلکہ ہر حالت میں اونکی امداد کے منتظر اور اعانت کے خواستگار رہیں۔

ہماری اس کمزوری و ناتوانی۔ جہالت و نادانی سے فائدہ اٹھا کر جملہ اقوام عالم نے عموماً اور ہماری ہمسایہ قوم (ہنود) نے خصوصاً یوں تو ہر شعبے میں ہمکو پیچھے دھکیل کر ہماری ترقی کے تمام وسائل مسدود کردیے ہیں۔ خاصکر تجارت میں جس حکمت عملی سے ہمکو زک پہونچائی ہے اوسکے بیان کرنے سے بدن پر

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

منجملہ اون اسباب کے جنکی وجہ سے ہندوستان کی مسلم آبادی پر افلاس و ناداری کا مہیب جن مسلط ہو گیا ہے۔ ایک سبب ہندوؤں کا مسئلہ چھوت بھی ہے۔ اس مسئلہ جانستان سے ہمکو نہ صرف مالی نقصان پہونچا ہے بلکہ ہماری عزت و آبرو حتی کہ ہماری قومی شرافت و وجاہت کو بھی خاک میں ملا دیا ہے۔ اس مختصر رسالہ میں اس مسلم کش مسئلہ کے نفع و نقصان کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالکر اپنی بھولی بھالی قوم کو خواب خرگوش سے بیدار کرنیکی کوشش کیگئی ہے چونکہ یہ رسالہ اب تیسری دفعہ زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے اور یوماً فیوماً اسکی مانگ بڑھ رہی ہے لہذا گمان ہوتا ہے کہ اس ناچیز تحریر نے ایک ضروری قومی خدمت کو سر انجام دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اگر اعیان قوم نے بدستور سابق اسکی اشاعت میں کافی توجہ کی تو ہندوستان کے تجارتی صیغہ میں ہم نہ صرف ان حریفوں کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہو جائینگے بلکہ اپنی کھوئی ہوئی قومی و شخصی شرافت کے دوبارہ حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہونگے۔ انشاء اللہ ؂

نیازمند۔

## شیخ عبدالرحمٰن نومسلم۔ از امرتسر

بار سوم } مورخہ { سنہ ۱۳۳۹ ہجری

---

## رُباعی

خزاں رسید و گلستاں با انجمال نماند ✻ صدائے بلبل شوریدہ رفت و حال نماند

دل فسردۂ ما ماجرا چہ مے پرسی ✻ بر و کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

# چھوت کی تعریف

اگر ہم کسی کو اپنے جسم سے نہ چھونے دیں یعنی نہ اپنے بدن سے لگنے دیں اور نہ اپنے کسی لباس ظروف سے لگنے دیں یا اپنے ساتھ ملکر کسی شخص کے کھانے پینے کے روادار نہ بنیں تو یہ پرہیز اور ترک مقاربت ہندی اصطلاح میں چھوت کہلاتا ہے۔ یہ لفظ اور اسکا صحیح مفہوم ہندوؤں میں عام طور پر مستعمل ہے۔ مثلاً ہندو عورتیں ایام نفاس اور دوران حیض میں اکثر چھوت چھات کی سخت پابند ہو جاتی ہیں۔ جبتک حیض کا اثر اور نفاس کا نشان رہتا ہے۔ اُس عرصہ تک برابر گھر کی تمام خوردنی اشیاء اور پوشیدنی پارچہ جات سے دُور رہتی ہیں۔ کیا مجال کہ کسی چیز کو ہاتھ بھی لگا سکیں۔ الگ بیٹھکر دن گذارتی ہیں۔ اور علیحدہ سو کر رات بسر کرتی ہیں۔ اس اثنا میں کھانے پینے کے برتن بھی اس سے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اسوقت یہ عورت گویا بالکل ناپاک اور پلید ہوتی ہے۔ اس حالت میں جو چیز اس سے لگجاوے۔ وہ بھی معاً ناپاک ہو جاتی ہے۔ جبتک اسکو اچھی طرح پانی سے صاف نہ کیا جاوے پاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب کوئی ہندو مرجاتا ہے (خواہ مرد ہو یا عورت۔ بوڑھا ہو یا جوان) تو اُس کے تمام قریبی رشتہ دار کریا کرم تک عام نشست برخاست اور خورد و نوش سے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر ہم کو اس جگہ ان اقسام چھوت سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اس رسالے میں اوس منحوس چھوت کا ذکر کرینگے جو ہم ملیچھ قوم مسلمانوں کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے جس سے ہم کو بے شمار نقصان پہنچ رہے ہیں اور بس۔

## ہماری چھوت

جس دلدوز چھوت کا ہم اس رسالہ میں کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی کوئی مثال بھی بطور تشریح عرض کر دیں تاکہ اس کے آئندہ بیانات سے ہر کس وناکس جسکو اللہ تعالیٰ نے انسانی ہمدردی اور مذہبی حمیت یا اخلاقی غیرت سے نصیبہ وافرہ مرحمت فرمایا ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق اپنی عزت و آبرو اور مال و دولت کے تحفظ کا کوئی مناسب تدارک کر سکے۔

بارہا آپکو ہندو دکانداروں سے سودا سلف خرید کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ یہ لوگ جب کسی مسلمان کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں تو جو اشیاء کھانے پینے کی جنس سے ہیں مثلاً مٹھائی دودھ دہی۔ شربت۔ شیرہ وغیرہ۔ انکو مسلمانوں کے ہاتھ تک نہائت احتیاط کیساتھ پہونچاتے ہیں۔ پہلے بے چارے مسلمانوں کو دُور باش کی ہدائت ہوتی ہے۔ اس بات کا کوئی خیال نہیں کہ مسلمان کیسا

نہ شرافت و نجابت کا لحاظ ہوتا ہے۔ اور نہ صفائی اور پاکیزگی ظاہری کو مدنظر رکھا جاتا ہے صرف مسلمان ہونا ہی اس بے چارے کے واسطے کافی ہے، جب یہ بے عزت چوہڑے چمار کی طرح دُور رہ کر پیسے دیتا ہے تو عموماً یہ پیسے دُور ہی سے کسی چیز پر لئے جاتے ہیں۔ سخت احتیاط ہوتی ہے۔ کہ لینے دینے میں مسلمان کا ہاتھ نہ لگ جائے پیسے لے لینے کے بعد جیسی اچھی بُری چیز مناسب سمجھی تول کر دُور سے پھینک دی۔ بعض دفعہ باسی اور نکمی ہونے کی وجہ سے وہ چیزیں رائگان بھی چلی جاتی ہیں۔ اس سلوک میں مسلمان چوہڑے۔ چمار اور کتے وغیرہ ناپاک حیوانات مساوی ہیں۔ [۱]

گلی سڑی۔ باسی چیز اگر ہم واپس کرنا چاہیں تو یہ غیر ممکن ہے اس لئے اکثر ایسی چیزیں پھینک دینی پڑتی ہیں۔

بعض ہندو دیوتے اس کام کے واسطے کوئی آہنی برتن یا کڑچھی وغیرہ مخصوص کر رکھتے ہیں۔ اُسی میں دام لے لیتے ہیں اور اُسی میں اشیاء مطلوبہ ڈال کر اوپر سے پھینک دیتے ہیں ایک ہندو حکیم کو میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ رذیل اقوام کی نبض بھی دست پناہ (آہنی چمٹہ) سے ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ کسی ملیچھ اور حیا فروش دشمن قوم مسلمان کا کوئی کپڑا یا کوئی حصہ جسم کسی ہندو مہاتما سے چھو کر اسکا ستیاناس نہ کر دے۔

کبھی یوں بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ کوئی سفید پوش، پاکباز، ذی عزت، اور نیک بخت مسلمان کسی ہندو کی دکان پر بیٹھا ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں اگر ہندو دکاندار کی روٹی یا پانی یا کوئی دمڑی۔ پیسے کی کھانے کی چیز آجائے تو پھر اوس مسلمان کی سب عزت و حرمت کرکری کرنے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی جاتی۔ اول تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اوس ملیچھ مسلمان کو دکان سے اُتار کر پانی کا گھونٹ پیا۔ یا دمڑی کے پکوڑے کھائے جائیں۔ اور اگر کسی عقل کے اندھے مگر گانٹھ کے پورے مسلمان سے کوئی مطلب برآری کی امید ہو تو پھر البتہ ہندو مہاشے اپنی طبیعت کو مجبور کرتے ہوئے دُکان سے اُتر کر پانی پی کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

ہندو عورتوں کو بھی آپنے کئی بار بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھا ہوگا۔ مَردوں سے بڑھکر انہیں احتیاط کا خیال ہوتا ہے۔ یہانتک کہ بازار میں چلی جارہی ہیں مگر بچوں کو مسلمانوں

---

[۱] میں نے غلط کہا افسوس کہ کتوں سے پیار کرنے اور انکو اپنی گود میں لیکر منہ چوم لینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر مسلمان چھو جائے تو ایک قیامت برپا ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

سے بچنے اور چھو نہ جانے کی قدم قدم پر تلقین کرتی جاتی ہیں۔ اور اگر احیاناً کوئی بچہ کسی چھوٹے بڑے مسلمان سے لگ جائے تو پھر اس کی شامت آجاتی ہے سینکڑوں گالیاں اُس بچے کو اور ہزاروں اس مسلمان کو سنا کر اپنا دل ٹھنڈا کیا جاتا ہے ان کے عقیدے کے مطابق مسلمان ایسے ناپاک اور نجس العین ہیں کہ ان کے صرف چھو جانے سے ہندو دھرم کا ناپاک بھانڈا پھوٹ جاتا ہے

## عبرت انگیز لطیفہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ہندو عورت نے اپنے خوردسال بچے کو چند بسکٹ کھانے کے لئے دیئے معصوم اور بے سمجھ بچہ بسکٹ لیکر کھیلتا ہوا گھر سے نکلکر بازار میں آگیا جہاں کوئی شریر کتا بھی موجود تھا کسیطرح بسکٹ بچے کے ہاتھ سے گر پڑا۔ کتا تاک میں تھا بسکٹ لیکر چلتا ہوا بچہ اپنے مُنہ کا لقمہ کتے کے مُنہ میں جاتا دیکھکر چلانے لگا۔ "اماں کتا بسکٹ لیگیا اماں کتا بسکٹ لیگیا" ماں بے چاری ماتما کی ماری بسکٹ بسکٹ کہتی ہوئی گستاخ کُتے کے پیچھے دوڑی۔ عورت کی سراسیمگی دیکھکر ایک مسلمان لڑکے کو ترس آیا وہ فوراً کُتے کے پیچھے دوڑا۔ بسکٹ چھڑا لیا گیا مگر ابھی اُٹھانے نہ پایا تھا کہ عورت پھر شور مچانے لگی کہ بچہ خبردار کہیں بسکٹ کو ہاتھ نہ لگا دینا کہ یہ چھو جائیگا مسلمان لڑکے نے ہاتھ تو نہ لگایا مگر کہنے لگا کہ مائی! کُتے کے مُنہ سے تو ناپاک نہ ہُوا۔ کیا میرے ہاتھ لگجانے سے خراب ہو جائیگا؟ عورت بولی ہاں بچہ ہمارا ہندو دھرم نہائت کچا دھرم ہے ہم لوگ چوہڑے، چمار، اور مسلمانوں کے ہاتھ کا لگا نہیں کھا سکتے اِس سے ہمارا دھرم خراب ہو جاتا ہے کُتے بلّے کے چھونے سے وہ دوش پر اپت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ جانور ہر وقت ہمارے تمہارے گھروں میں آتے جاتے ہیں۔ ان سے اگر چھوت کی جائے تو پھر ہمارا جینا دشوار ہو جائے۔ ایک اور بات بھی ہے جس لئے ہم لوگ ان حیوانوں سے اتنا پرہیز نہیں کرتے ہمارے دھرم کی پُستکوں میں لکھا ہے کہ جو لوگ بُرے کرم کرتے ہیں وہ منش جونی چھوڑ کر پشو جونی میں چلے جاتے ہیں۔ ایشور جانے یہ کُتے بلّے جو اِس وقت اسطرح دربدر مارے مارے پھرتے ہیں کون ہیں کس کو خبر ہے کہ کسی زمانے میں یہ لوگ کھشتری۔ پنڈت۔ برہمن یا ہمارے ماں باپ۔ بہن بھائی ہوں بچہ! ہم کو ان پشوؤں سے وچار کرنے کی کوئی ہدائت نہیں۔ البتہ ملیچھوں (مسلمانوں) سے بچنے اور ان کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی چیز نہ کھانے کی بچپن سے تاکید سُنتے آئے ہیں۔ اور بس! مسلمان لڑکا یہ انوکھی منطق شرمندگی کے ساتھ سُنکر چلا گیا۔

جسطرح اچھی اور فائدہ رساں رسم و رواج سے بعض دفعہ کئی بے سمجھ اور مجبور انسان نقصان اٹھاتے اور تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کبھی وقت مذموم اور ناشائستہ راہ و رسم سے بعض نیک طینت اور سعید فطرت اشخاص مستفید ہوتے اور نفع حاصل کر جاتے ہیں۔ چھوت کا رواج اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنی نوع انسان کے واسطے ایک نہایت ہی شرمناک اور مہلک رسم ہے۔ مگر بخدا اس بُری رسم نے مجھکو اسلام کی مقدس تعلیم کی طرف رہنمائی کی ہے۔

جن دنوں مَیں گورنمنٹ سکول خیر پور تحصیل شجاع آباد میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ مَیں اپنے ہم مکتب لڑکوں کے ساتھ اتوار کے دن حسب معمول مدرسہ میں کھیلتا تھا۔ لڑکوں میں ہندو بھی تھے۔ اور مسلمان بھی۔ ایک مسلمان لڑکے کے ہاتھ میں ایک بانسی نڑی تھی جس کے سوراخ سے ریشمی پھندنے دار سُوئی مُنہ سے پھونک مارنے کے باعث دوسرے لڑکوں کو جا لگتی تھی۔ سُوئی چبھنے کی وجہ سے اسکو تکلیف ہوتی تھی۔ جونہی ایک مسلمان لڑکے نے پھندنے دار سُوئی کو بانسی نڑی میں داخل کیا مَیں نے جلدی سے پھونک مارکر اس سُوئی کو اُس پر لوٹا دیا۔ مَیں نے اس بانسی نڑی کو مُنہ لگایا تھا۔ کہ میرے دیگر ہم مکتب ہندوں نے فوراً شور مچانا شروع کر دیا کہ رام چند بھرشٹ ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر میرے والدین کو پہونچی۔ جب مَیں گھر پہونچا۔ تو والدہ صاحبہ نے مجھے اندر نہ آنے دیا۔ اسی ضمن میں والد صاحب بھی آگئے اور مجھکو اُسی وقت پنڈت ہیمراج صاحب کے پاس لیگئے۔ پنڈت صاحب کو تمام واقعہ سے مُطلع کیا گیا۔ سب ماجرا سُنکر پنڈت صاحب سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

**پنڈت جی۔** رام چند! جو کام تم نے کیا ہے بہت بُرا ہے۔ آئندہ اس سے بچنے کا اقرار کرو۔ تاکہ مَیں تم کو شدھ کر دوں۔ اگر آئندہ کسی مسلمان کی چھوئی ہوئی چیز کو مُنہ بھی لگاؤ گے تو پھر گنگا جانا پڑیگا۔ اس وقت صرف پنج گربھی یا ۱۵ دن کے ورت (روزے) سے تمہاری شدھی ہو سکتی ہے۔ بتاؤ پنج گربھی پیو گے یا پندرہ دن ورت رکھو گے؟

**مَیں۔** مہاراج! مَیں پنج گربھی پی لینے کو تیار ہوں۔ ۱۵ ورت مجھ سے نہیں رکھے جائینگے کیونکہ سخت گرمی کا موسم ہے مگر یہ فرمائیے۔ کہ پنج گربھی کس کو کہتے ہیں۔

**پنڈت جی۔** گنگا جل۔ دہی۔ گائے کا گوبر۔ گائے کا پیشاب۔ بتاشہ۔ ان پانچوں کو ملا کر پنج گربھی کہا جاتا ہے۔ اسکا ایک گلاس پی لو۔ اور چلے جاؤ۔ مگر آئندہ ایسا کام نہ کرنا۔

**مَیں۔** پنڈت جی مہاراج! مَیں سخت حیران ہوں کہ باہر کی طرف پھونک مارنے سے

سے تو میں اشدھ (ناپاک) ہوگیا ہوں۔ اور ان غلیظ ناپاک چیزوں کے پینے سے کیسے شدھ ہو جاؤنگا۔ اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ میں پندرہ ورت رکھوں اور اپنے کئے کی سزا پاؤں۔
پنڈت صاحب نے میرے اعتراض پر کچھ الٹا سیدھا مجھکو سمجھایا مگر میری تسلی نہ ہوئی۔ بالآخر میں ورت رکھنے پر راضی ہوگیا۔ والدین نے پورے پندرہ دن مجھکو اپنے کھان پان سے علیحدہ رکھا۔ مگر میرے دل میں اس گفتگو نے ایک تحریک تفتیش صداقت پیدا کردی۔ کہ ہمارا مذہب کیسا ہے کہ ایک معمولی بات کو جس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ناپاک کن بتایا جاتا ہے۔ اور گائی کا گوبر اور موت ایسا پاک سمجھا جاتا ہے کہ اس سے نجاست کو دُور کرنے کے لئے انسان کھانے پینے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس تحریک و تفتیش کا نتیجہ یہ ہُوا کہ نہ صرف میں بلکہ میرے ساتھ اور بہت سے ہم جماعت ہندو مذہب سے دست بردار ہو کر بفضل خدا مسلمان ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔
اور اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔ جو ہر روز ہمارے اور آپ کے ملاحظہ سے گذرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس کے زیادہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ؎

درخانہ اگر کس است ؛ یک حرف بس است

# چھوت کی ابتدا

یقینی طور پر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہندوستان کے ہندوؤں میں چھوت چھات کی رسم مسلمانوں کے آنے سے پہلے موجود تھی یا مسلمانوں کے آنے پر یہ خیال دامنگیر ہُوا۔ نہ کسی تاریخ سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس رسم کی ابتدا کسطرح ہندوؤں میں قائم ہوئی۔ البتہ عقل سلیم کی رہبری سے اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب ہندوستان غیر اقوام کے وجود سے خالی تھا۔ نہ اس میں مسلمان آباد تھے اور نہ پارسی۔ یہودی۔ عیسائی وغیرہ ویدوں کی منکر اقوام سکونت پذیر تھیں۔ تو اُس وقت ڈوم۔ میراسی۔ ہیجڑے۔ کنجر۔ نٹ۔ نقال بھی اسی قوم میں سے ہونگے۔ اور چوہڑے چمار اور موچی نائی۔ وغیرہ اقوام رذیلہ بھی انہیں میں سے ہوتے ہونگے چنانچہ منوسمرتی اور ویدوں میں بعض کمینہ اقوام کا ذکر بھی موجود ہے۔ جب یکرنگی ہوگی تو قیاس ہو سکتا ہے کہ اوس وقت انہیں چھوت چھات کا ایسا کوئی ذکر مذکور نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اسوقت غیر ہنود اقوام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسوقت بھی

دنیا میں بہت سے ایسے خوش نصیب شہر ہیں جہاں کی رعایا برایا ایک ہی قوم و ملت سے تعلق رکھتی ہے ایک ہی ملت کا ایک سپوت تو تخت عدالت کی زینت بنا ہوا ہے مگر دوسرا کم نصیب کپوت کسی شریف یا کمینے آدمی کی حجامت بنانے یا کپڑے دھونے میں مصروف ہے تیسرا ناخلف خاکروبی پر قناعت کئے خاندانی بدنامی کا باعث نظر آتا ہے جسکو یہ نظارہ دیکھنا منظور ہو وہ ذرا افغانستان۔ ترکستان۔ عرب۔ مصر۔ فرانس۔ انگلینڈ۔ امریکہ۔ جاپان۔ وغیرہ ممالک کی سیر کرے۔ وہاں کے لوگوں کے اندرونی حالات دریافت کرے۔ اس پر میری رائے کی تصدیق ہوجائیگی۔

جب یہ آپکی سمجھ میں آگیا کہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی ہندو اقوام میں ہر طرح کے انسان اور ہر جنس کے پیشہ ور ضرور ہونگے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ایک برہمن علم بھی پڑھاتا ہو۔ پوجا پاٹ بھی کرتا ہو۔ کھیتی باڑی بھی خود کرتا ہو۔ اپنے کپڑے بھی آپ تیار کرتا ہو۔ جوتی خود بناتا ہو۔ خاکروبی حمالی۔ گاڑی وغیرہ صنعت و حرفت میں کسی غیر کا محتاج نہ ہو۔ وہ زمانہ لاکھوں برس ہوئے اپنا سین دکھا کر چلا گیا۔ تہذیب و شائستگی کے دور میں جیسا کہ ویدک زمانہ کو سمجھا جاتا ہے اس قسم کا خیال وگمان کرنا بھی غیر ممکن ہے اس لئے یقینی طور پر یہی رائے قائم ہوسکتی ہے۔ کہ جب ہندوستان میں راجہ سے پرجا تک ایک ہی مذہب کے پیرو ہونگے تو ضرور ہے کہ تمام رذیلہ قومیں بھی انہیں میں سے ہونگی۔

جسطرح مذکورہ بالا دعوے کے واسطے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اسیطرح یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ مسلمان جب ہندوستان میں داخل ہوئے ہیں۔ نہایت شان و شوکت کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں اسلام مقدس کی پاک کتاب تھی اور دوسرے ہاتھ میں فتح و اقبال کا علم تھا۔ یہ امر نہ قیاس میں آسکتا ہے اور نہ کسی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے داخلۂ ہند کے وقت کسی رذیل اور کمینہ اقوام کا جم غفیر بھی ان کے ساتھ تھا۔ جو اس وقت بہت بڑی تعداد میں نظر آتا ہے۔ ہاں یہ قیاس ضرور ہوسکتا ہے۔ کہ جب اون اقبال مندوں نے ہند میں آکر اسلامی سلطنت کا سکہ جمایا ہوگا تو اون کی خدمتگذاری اور فرمانبرداری کے لئے یہی ہندو لوگ مقرر ہوئے ہونگے۔ یہی مہاشے اون فاتح قوم کی تمام ضروریات زندگی میں حقوق غلامی ادا کرتے ہونگے یہی اون کے سائیس ہونگے۔ یہی کفش برداری۔ پارچہ شوئی۔ جاروب کشی وغیرہ خدمات کو باعث عزت اور

ذریعہ فخر سمجھتے ہونگے۔

مسلمانوں کی تقدس مذہبی شان اسلام اور اسلامی غیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ بھی قیاس کرسکتے ہیں۔کہ جب اس مقدس گروہ نے اپنے زیر اثر ہندوستانیوں کی طرز معاشرت اور رسوم مذہبی کو دیکھا ہوگا تو یقیناً انہوں نے اس جاہل بت پرست غلیظ طبع اور خبیث باطن۔غیر مہذب اور نیم وحشی قوم سے ضرور علیحدگی اختیار کرلی ہوگی۔

آجکل جبکہ ہندوستان میں علم کی روشنی کے دریا چل رہے ہیں۔جاہل سے جاہل قومیں تہذیب کی پکڈنڈی پر دوڑتی ہوئی جارہی ہیں۔وحشی سے وحشی اقوام توہم پرستی کے گرداب سے نکلکر اپنے آپکو علم وفضل کے زیور سے آراستہ کررہی ہیں۔اس وقت یہی ویدوں کے پرستار جہالت اور ضلالت کے گڑھے میں اوندھے منہ گرے ہوئے مدہوش وسرشار ہیں۔

جب خدا پرست مسلمانوں نے ہندوستان کو رونق بخشی ہے اس وقت ہند اور ہندؤں کا جو حال تھا۔اسکا اگر صحیح نقشہ دیکھنا ہو۔تو منوسمرتی کا مطالعہ کرو۔ویدوں کے مضامین پڑھو۔اور شاستروں کے مخرب اخلاق کہانیاں اور حیا سوز فسانے پڑھکر دیکھو آپکو اس بت پرست اور جاہل قوم کے ٹھیک ٹھیک حالات معلوم ہوجائینگے۔

مختصر یہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے وقت ہندؤں کی تمدنی اور مذہبی حالت بہت ہی خطرناک اور عبرت انگیز حالت میں تھی۔شراب نوشی،زناکاری،جوئے بازی کا عام رواج تھا۔ایک خدائے بزرگ وبرتر کی بجائے ۳۳ کروڑ دیوتوں کی عبادت اور پرستش کی جاتی تھی۔مندروں میں دوشیزہ لڑکیوں کے اکھاڑے جمے رہتے تھے۔یہ عورتیں گانے ناچنے کے علاوہ شہوت پرست مردوں کے جذبات شہوانی کے پورا کرنے میں خاصکر کارآمد ہوتی تھیں۔ماں بہن سے ہم بستر ہونے میں بھی چنداں عیب نہیں سمجھا جاتا۔ایک جوان عورت عموماً گھر کے چند لوگوں کو اپنے حسن خداداد کے لطف اٹھانے سے منع نہیں کرتی تھی۔دریا،پہاڑ،ندی،نالے،اشجار اور دیگر حیوانات کے علاوہ لنگ اور یونی کی پوجا کا عام دستور تھا۔علی ہذا القیاس اور ہزاروں خرابیاں تھیں۔جنکو دیکھکر خدا پرست اور غیور انسان کا جگر پاش پاش ہوجاتا تھا۔

یہ کریہہ منظر دیکھکر کسطرح یقین ہوسکتا ہے۔کہ اسلام کے جان نثار علماؤں نے اس وحشی قوم سے ربط ضبط بڑھانے یا ان میں نشست برخواست اختیار کرنے کو پسند کیا ہوگا۔ایک مذہب اسلام یہ بھی پکار کر کہتا ہے کہ مشرک نجس ہیں انما المشرکون نجس

کس طرح ممکن تھا کہ وہ فدائے اسلام ، البشور کے پیارے ، اس الٰہی حکم کی مخالفت کرنیکی جرأت کرتے ہوئے دشمنان خدا سے خلا ملا کا سلسلہ جاری کرتے ۔

جس شخص کو میرے اس دعوے کی تصدیق منظور ہو وہ یارقند ، بخارا وغیرہ بلاد اسلامیہ میں جاکر اس قوم کا حال بچشم خود دیکھ لے ۔ یارقند کے مسلمان ہندوؤں سے سخت نفرت کرتے ہیں ۔ یہانتک کہ جس روز بارش ہوتی ہے اُس روز حکماً کوئی ہندو بازار میں آزادانہ چل پھر نہیں سکتا ۔ اس خیال سے کہ کسی دیندار مسلمان کے کپڑے پر اس مردار اور نجس العین مشرک کی چھینٹ پڑکر کپڑے کو پلید و ناپاک نہ کردے ۔

البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ اس وقت کے ہندوؤں میں بھی ذات پات کا امتیاز ایسا ہی ہو جیسا کہ اس وقت ہندوؤں میں پایا جاتا ہے ۔ یا جس طرح کہ منوجی مہاراج نے ہدائت فرمائی ہے ۔ یہ میں پہلے ہی عرض کردی ہے کہ اس وقت کے ہندوؤں میں بھی ہر طرح اور ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہونگے ۔ ڈوم ، میراسی ، کنجر ، ہیجڑے ، بھنگی ، موچی ، چمیار وغیرہ رذیل اقوام بھی ان میں بکثرت آباد ہونگی اور اُن میں آجکل کیطرح تفرلق مذہبی بھی ضرور ہوگی ۔ ورنہ ویدمنتروں میں ایسی رذیل قوموں کا ذکر خیر نہ آتا ۔

پھر جب نور اسلام نے ہند کے پرانے ظلمتکدے کو منور کرنا شروع کیا ۔ ویدوں کے دام افتادہ خواب خرگوش سے بیدار ہو کر مذہب اسلام سے بغلگیر ہونے لگے ۔ تو چونکہ اسلام کی مقدس تعلیم میں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کے موافق اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کے مطابق نہ ذاتوں کا امتیاز تھا اور نہ نسبوں اور پیشوں کا اختصاص ۔ اس لئے یہ رذیل پیشہ اقوام بھی کچھ اسلام کے مقدس اصولوں کی ہمہ گیری ۔ کچھ عدالت و انصاف ۔ طہارت و پاکیزگی ۔ جاہ و حشمت کو دیکھکر اپنے دیرینہ مذہب اور آبائی ملت سے دستبردار ہو کر بفحوائے الناس علی دین ملوکہم شاہی مذہب اسلام میں آگئے ۔ مگر آپ جانتے ہیں ؎

ہر یکے را بہر کارے ساختند ❊ میل او را در دلش انداختند

تمام پیشہ ور قومیں باوجود مشرف باسلام ہونے کے اپنے آبائی پیشہ پر ثابت قدم رہیں اور اسی موروثی پیشہ سے بسر اوقات کرتی رہیں ۔ اگر شاہان اسلام کی طرف سے ایسے نومسلموں کے واسطے تعلیم و تربیت کا کوئی خاص انتظام ہوتا ۔ تو ممکن تھا کہ یہ لوگ اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کیطرح تہذیب و شائستگی کے زیور سے آراستہ اور علم و دانش کے جوہر سے پیراستہ ہو کر اپنے

مخرب اخلاق اور کمینے پیشوں سے کنارہ کشی کر لیتے مگر یہ لوگ اسی طرق تمدن پر قانع رہکر اپنی حالت نہ بدل سکے۔ چونکہ ایسے لوگ کچھہ تو پہلے ہی ہندوؤں میں شودر کے مکروہ نام سے پکارے جاتے تھے۔ اب مسلمان ہو جانے سے ہندوؤں کو اور زیادہ صدمہ پہونچا۔ اسلئے انہیں منافرت اور مفارقت کی دیوار زیادہ مضبوط ہو گئی۔ ادہر مسلمانوں میں بھی یہ قومیں بوجہ جہالت اور رذالت اچھی طرح جذب نہ ہوسکیں۔ ہرچند مذہب اسلام نے ذاتوں کا امتیاز اور پیشوں کا فرق ملیامیٹ کر دیا تھا۔ قرآن شریف نے لَا اَنْسَابَ بَیْنَکُمُ الْیَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَسْئَلُوْنَ کہکر اس قسم کے ذاتی امتیازوں کی دیوار کو منہدم کر دیا تھا۔ ہادیٔ عرب نے جملہ اقوام عرب کو اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد ایک ہی سلک میں منسلک کر دیا تھا مگر ہندوؤں کی مصاحبت اور ایسے نومسلموں کی طبعی خساست نے اپنے آبائی رسم و رواج کو قطعی طور پر چھوڑ دینے کی اجازت نہ دی بلکہ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی یہاں کے مسلمانوں میں بھی یہ وبا عالمگیر ہوکر پھیل گئی۔

اس قسم کی شہادتیں ہماری ہمسایہ قوم عیسائیوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ہماری طرح یہہ لوگ بھی چھوت چھات اور دیگر امتیازوں سے باوجود بری اور خالی ہونے کے ان میں بھی اُنْزِلَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ مَنَازِلِهِم پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ اور رذیل قوموں سے وہی سلوک ہوتا ہے۔ جسکے وہ مستحق اور سزاوار ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ ایسا کوئی دیسی عیسائی کسی پادری کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ کسی یورپین اور شریف لیڈی سے اُسکی شادی ہو سکتی ہے ہاں یوں ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے دیسی عیسائی جو اس وقت بباعث نجیب الطرفین نہ ہونے کے یا بوجہ کمینہ اقوام سے تعلق رکھنے کے حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اگر اپنی حالت سنوار لیں اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرنے میں مشغول ہو جائیں تو اسمیں شک نہیں کہ کچھ عرصے کے بعد اپنی کوشش میں کامیاب ہوکر اس ورطۂ جہالت سے نکل جائینگے چنانچہ یہی کیفیت ہزارہا ایسے نومسلموں پہ وارد ہوئی۔ جو پہلے اقوام کمینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر مشرف باسلام ہوتے ہی اپنے اصلاح حال و فلاح مال میں فائز المرام ہو گئے۔ یہ الٰہی قانون ہے۔ جو لوگ اپنی گذشتہ زندگی اور موجودہ حالت سے متنفر ہوکر اسلام میں صرف اس لئے داخل ہوتے ہیں۔ کہ دنیا میں صرف مذہب اسلام ہی خدائی راستہ دکھلانے کا واحد ذریعہ اور دنیاوی ترقی کا وسیلہ ہے وہ اصول اسلام کے

مطابق چلتے اور اپنی دنیا وعاقبت کے سدھارنے میں لگے رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کسی شخص کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ سچ ہے ؎

کر ریاضت کہ ریاضت کا صلا ملتا ہے ٭ بندگی کرنے سے کہتے ہیں خدا ملتا ہے

جو لوگ حیوانوں کی طرح ہر حال میں خوش رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ ضرور دنیا میں خوار و ذلیل اور آخرت میں خسران مبین کے امیدوار رہتے ہیں ؎

بے بردہ رنج گنج میسر نمے شود ٭ مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

قرآن شریف کی سینکڑوں آیات میں سعی و کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے فرمایا لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کو اس سے زیادہ نہیں مل سکتا جسقدر کہ وہ کماتا ہے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۔ اگر اچھے کام کروگے تو اپنے لئے۔ اگر بُرے اعمال کروگے تو ان کا وبال تمہارے ہی پر آئیگا ؏

پس ہندوستان کے مسلمانوں میں جسقدر رذیل پیشہ اقوام موجود ہیں۔ یہ بےچارے سب کے سب ویدوں کے خنجر ظلم کے شہید ہیں۔ برائے نام مسلمان ہو جانے سے فقط ہندوؤں سے علیٰحدہ ہو گئے۔ ورنہ ابھی تک انہیں رسوم کفریہ اور افعال شرکیہ موجود ہیں ابھی ہندوستان میں کئی دیہات اس قسم کے نکل آئینگے جہاں مسلمان کلمہ توحید بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ دیگر ارکان اسلام کا کیا ذکر ہے۔

صرف مسلمان ہو جانے سے کسی شخص کی اصلاح نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اعمال حمیدہ اور افعال پسندیدہ کا التزام بھی ضروری نہ سمجھا جاوے۔ پھر یہ اصلاح دنیا و دین۔ جبتک علوم شرعیہ سے کماینبغی واقفیت نہ پیدا کی جائے کسطرح ممکن ہو سکتی ہے الغرض ہم مسلمانوں میں جسقدر رذیل قومیں موجود ہیں۔ جو ضروریات اسلام سے بےخبر ہونے کی وجہ سے چاہ ضلالت اور قعر جہالت میں از سرتاپا غرق ہیں۔ یا جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں مثلاً کنجر۔ ڈوم میراسی وغیرہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور برائے نام اسلام میں شمار ہو رہے ہیں وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ابھی تک اُن کے زنگار خوردہ دلوں میں اسلام اور اسلام کا نتیجہ ایمان داخل بھی نہیں ہوا۔ پھر ان کی زشت کرداری یا بد افعالی سے اسلام پر کوئی الزام کیونکر آسکتا ہے۔ الغرض مسلمانوں میں موجودہ اقوام رذیلہ کا وجود ہندوؤں کی مہربانی کا نتیجہ ہے اس قسم کی بدمعاش رذیل اور کمینہ قومیں اب بھی ہندوؤں میں بکثرت موجود ہیں۔ اگر

اس قماش کے لوگ صرف اسلام ہیں ہوتے۔ ہندوؤں میں ان کا وجود نہ ہوتا تو ہندو صاحبان کا حق تھا۔ کہ وہ بعض افراد قوم سے انکی جہالت ورذالت کی وجہ سے اجتناب کرتے۔ مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ یہ جاہلانہ اور وحشیانہ برتاؤ محض مسلمان کہلانے والے مسلمانوں سے روا رکھا گیا ہے خواہ مسلمان شریف ہو یا کمینہ۔ سفید پوش ہو یا غلیظ۔ ذی عزت ہو یا کم حیثیت۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے۔ ہندو سب قسم کے اس سے مستثنےٰ ہیں ہندو خواہ کنجر ڈوم میراسی ہوں۔ یا زناکار۔ شرابی۔ جوئے باز وغیرہ بدمعاش۔ سب بھائی بھائی ہیں۔ اگر اپنے کمینہ اور بدمعاش ہم قوم اور ہم مذہب آدمیوں سے ویسا ہی پرہیز کیا جاتا۔ جیسا کہ مسلمانوں سے کیا جاتا ہے۔ تو پھر ہم کو اُن پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ہم سمجھتے کہ واقعی رذیل اقوام سے پرہیز کرنا۔ انکی مذہبی تعلیم ہے اسلئے وہ معذور ہیں۔

## نتیجہ

مذکورہ بالا گذارش سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) ہندوؤں میں موجودہ مسئلہ چھوت کا رواج مسلمانوں کے آنے کے بعد شروع ہوا ہے پہلے اگر ہوگا تو ایسا ہوگا جیسا کہ اب ہندوؤں کی مختلف اقوام میں پایا جاتا ہے۔

(۲) مسلمانوں میں جسقدر اقوام رذیلہ موجود ہیں جو آجتک بھی شعائر اسلام سے نابلد ہیں۔ وہ ہندوؤں کی رذیل اقوام میں سے آئی ہیں برائے نام اسلام میں بھی داخل ہیں۔ کاش ہمارے پیشوا اُن کیطرف توجہ کرتے۔

(۳) یہ چھوت چھات صرف مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور اُنکی ہتک کرنے کی نیت سے کیا جاتا ہے۔ اگر اس بدرسم کا باعث کثافت ظاہری اور خباثت باطنی ہوتا۔ تو ہندو لوگ اپنے ہم قوموں سے بھی اسی طرح پیش آتے۔ جیسا کہ مسلمانوں سے پیش آتے ہیں۔ جب یہ بات نہیں بلکہ اس وحشیانہ سلوک کے سزاوار صرف مسلمان ہیں۔ مسلمان خواہ کیسے ہی شریف۔ پاک صاف۔ اور سفید پوش ہوں۔ اُن سے ضرور یہ وحشیانہ برتاؤ اور کمینہ سلوک کیا جاتا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ ایک ناانصافی ہے جو ہم کو بے عزت کرنے اور ہم کو نقصان پہونچانے کی نیت سے تجویز کیگئی ہے اس کے سوا اس لایعنی رسم کا اور کوئی مطلب نہیں۔

(۳) ہندوؤں کے اس مسئلہ سے جہاں ہکو نہ قابل احساس مالی نقصان پہونچا ہے۔ وہاں ہمارے مذہبی جذبات کو بھی بے اندازہ صدمہ پہونچ رہا ہے۔ جسکی تلافی کما حقہ ان تدابیر پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے یعنے جبتک ہندوؤں سے یہ وحشیانہ سلوک ہوتا ہے ہم بھی اون سے احتراز کا پہلو اختیار کریں اور اپنی قومیت کو اغیار کی دست برد سے بچائیں۔

# چھُوت کے فائدے اور نقصان!

اس رسم بد چھوت چھات سے ہندوؤں کو جسقدر فوائد اور مسلمانوں کو جتنے نقصان پہونچے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ باوجودیکہ ہندوستان میں اسلامی آبادی آٹھ کروڑ کے قریب ہے اور ہندو گیارہ کروڑ رہتے ہیں۔ مگر تناسب کے لحاظ سے مسلمان بہت گرے ہوئے ہیں۔ نہ تجارت میں آن کا مبر شمار اطمینان بخش ہے اور نہ ملازمت میں اون کی مقدار کافی ہے ہندو اپنی اس رسم کی زبردست پالیسی اور بے نظیر حکمت عملی سے غیر اقوام کو حتی المقدور اپنے کوڑی پیسے سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتے۔ اسی چھوت کی بدولت ضروریات زندگی کی تمام تجارت انہیں کے ہاتھ میں ہےلیکنی ہے۔ کوئی شہر ہو یا گاؤں قصبہ ہو یا چک جہاں جاکر دیکھو تمام ضروری اشیاء کے دکاندار اور ٹھیکیدار ہندو ہی ہند نظر آئینگے۔ اس کا زبردست سبب یہی چھوت ہے۔ ہر طبقہ کے ہندو چھوت کے رواج کی وجہ سے مسلمان دکانداروں سے کوئی چیز لیکر استعمال نہیں کر سکتے۔ اسلئے ہندو آبادی عموماً اپنے ہی ہم مذہب دکانداروں کے ساتھ خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رکھتی ہے۔ کم علم اور بے سمجھ مسلمان جو قومی نفع و نقصان کے احساس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یا جن میں عزت و حمیت کا مادہ مطلق نہیں ہوتا۔ وہ بھی عموماً اہل ہنود ہی کی دکانوں کی رونق بڑھانے اور ان کو فائدہ پہونچانے سے دریغ نہیں کرتے اس لئے مسلمان دکاندار اپنی تجارت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہم نے بارہا یہ تماشہ دیکھا ہے۔ اول تو مسلمانوں کو دکانداری کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ یہ لوگ معمولی تجارت کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اگر کوئی مرد خدا

ابن الوقت بن کر کسی قسم کی دکان کھولنے کی جرأت کرتا ہے تو چند روز کے بعد اس کی شیخی یوں کرکری ہوجاتی ہے۔

آبس نؤ گرفتار کو اگر فائدہ ہو تو کیونکر ہو۔ ہندو لوگ مذہبی تعلیم اور قومی نقصان کی وجہ سے مسلمان دکانداروں کی صورت سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے پچاس فیصدی ہندوؤں کے دام میں مبتلا رہتے ہیں۔ مساوات نہ ہونے کی وجہ سے وہ بے چارہ چند روز کے بعد خسارہ اٹھاکر روپوش ہوجاتا ہے۔ اسکا بہت بُرا اثر یہہ پھیلتا ہے کہ اَور کئی لوگ اپنے ہزیمت خوردہ بھائی کی مصیبت اور ناکامی کو دیکھکر آئندہ کے واسطے تجارت کیطرف رُخ کرنے سے رہجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تجارت کی طرف کم رغبت رکھتے ہیں۔

اب اُن مسلمانوں کا حال سنو جو اہل حرفہ یا دستکار ہیں۔

اُن لوگوں کی محنت ومشقت سے بھی عمومًا ہندو دکاندار ہی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ مسلمان دستکار صبح سے شام تک جو کچھ بنا سکتے ہیں وہ ہندو کے حوالے کردیتے ہیں۔ ان کو بمشکل تین چار آنے روز اس دردسری سے ملتے ہونگے۔ مگر ہندو ان کی گاڑھی کمائی اور جان توڑ محنت سے کافی فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ لوہار۔ ڈوری باف۔ دریائی باف۔ شالباف۔ دری باف۔ تارکش۔ ٹپ گر وغیرہ اقوام کا اس بارے میں یکساں حال ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک کام کا ذکر آپ صاحبان کے گوشگذار کرتا ہوں۔

دریائی بافی کا کام امرتسر میں بکثرت ہوتا ہے۔ لاکھوں روپیہ کی دریائی مختلف وضع وقطع کی تیار ہوکر ممالک غیر میں جاکر گراں قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔ ہندو دکاندار ممالک غیر سے صرف ناتیار ریشم منگاتے ہیں۔ یہاں آکر پہلے صاف کرایا جاتا ہے۔ صاف ہوکر پٹ رنگوں کے پاس جاتا ہے۔ پٹ رنگوں سے رنگین ہوکر پھر صاف اور سیدھا کرایا جاتا ہے اس کے بعد پھر دریائی بافوں کے پاس دریائی بننے کے واسطے بھیجا جاتا ہے دریائی تیار ہوکر ہندوؤں کے پاس پہونچ جاتی ہے۔ پھر یہاں نفع کثیر اٹھاکر فروخت ہوتی ہے۔ کام کرنے والے مسلمان جنکی محنت کا بہت بڑا حصہ صرف ہوکر دریائی تیار ہوتی ہے ہر وقت اپنے دکانداروں کے دست نگر اور محتاج رہتے ہیں جسقدر کماتے ہیں بمشکل اس سے تن پروری ہوسکتی ہے۔ اس دستکاری نے ہزاروں لوگوں کو بے خانماں کردیا ہے مسلمانوں کی جائدادیں ہندوؤں کے ہاتھ میں جاچکی ہیں۔

اس قسم کی تجارت باوجودیکہ چھوت چھات کی مظنہ سے بھی پاک ہے مگر ممکن ہے کہ ہمارے حریف کسی مسلمان کو اس میں کامیاب ہونے دیں اور اگر کوئی جوانمرد مسلمان اس قسم کی دکان کرنی بھی چاہے۔ تو یہ گرگ کہن مسلمان کو مٹانے اور برباد کر دینے پر متفق ہو جاتے ہیں۔

تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے کہ ہمارے شہر کے ایک نیکدل اور نامور رئیس نے محض مسلمانوں کو فائدہ پہونچانے اور انہیں تجارتی مذاق پیدا کرنے کی غرض سے کپڑے کی دکان کھولی تھی۔ دکان کا کھلنا تھا کہ ہندوؤں میں ماتم برپا ہوگیا۔ اور آتش حسد نے اس متعصب قوم کو آگ بگولا کردیا۔ مسلمان دکاندار کے خلاف جلسے ہوئے۔ خفیہ طور پر نقصان پہونچانے کے واسطے طرح طرح کے منصوبے سوچے گئے مگر مدمقابل چونکہ مالدار اور حوصلہ مند تھا اسلئے وہ انکی گیدڑ بھبکیوں کو بر پشم قلندر رکھکر برابر اپنے کام میں مصروف رہا۔ مگر افسوس کہ مدہوش اور بےسمجھ قوم نے اوس باہمت اور ہمدرد قوم کی ہمدردی کا کوئی صلہ نہ دیا۔ بدستور سابق تمام مسلمان بھی ہندوؤں کی رونق بڑھانے اور اپنے بھائی کو نقصان پہونچانے میں مشغول رہے۔

پہلے ہی سال کے اختتام پر اس مسلمان کو بیس ہزار روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر ہندوؤں کیطرح مسلمان بھی اپنے قومی منافع اور مضار کے مدوجزر اور نشیب وفراز سے واقف ہوتے تو اس بےچارے کو اس قدر کثیر التعداد روپیہ قوم کی خاطر ضائع نہ کرنا پڑتا۔

مذکورہ بالا اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ہندو لوگ کس طرح ہر وقت ہم مسلمانوں کے مٹانے اور افلاس وادبار کے منہ میں دھکیلنے کے درپے رہتے ہیں یہی حال قریباً صیغۂ ملازمت میں دیکھا گیا ہے۔

سرکاری دفتروں اور گورمنٹ کی ملازمتوں میں بھی ہندوؤں کی مقدار بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اعلیٰ عہدہ داروں سے لیکر ادنیٰ ملازموں تک سب اسی قوم کے باہمت مگر متعصب نوجوان نظر آتے ہیں۔ مسلمان بےچارے اون کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک۔ اسپر بھی یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کو تکلیف پہونچانے اور اُن کے برطرف کرانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ سینکڑوں ذی عزت اور معزز عہدہ دار مسلمان محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے دست تظلم سے پاش پاش ہوئے۔ کئی معزز مسلمانوں پر جھوٹے مقدمات قائم

کئے گئے۔ ان کو اخبارات کے ذریعہ رسوا اور بدنام کیا گیا۔ ان کو حکامِ وقت کی نظروں میں خفیف و ذلیل کرنیکی کوشش کیگئی۔ اور کی جاتی ہے۔ الغرض سفید پوشس اور ذی عزت مسلمان خواہ تجارت پیشہ ہوں یا گورنمنٹ انگریزی کے ملازم۔ ان گربہ چشم حریفوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتے رہتے ہیں۔ جن دوستوں کو انکی ہمسائیگی میں رہنے یا ان کے ساتھ کسی دفتر میں کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ان دونوں کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان کے ہندو بھائی ہم مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کی فکر میں ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اپنے آپ کو سنبھالنے اور اپنی قومی ادبار کے دور کرنے میں جان توڑ کوشش نہ کی تو کچھ بعید نہیں کہ ہماری آئندہ حالت اس موجودہ حالت سے بھی بدتر ہو جائے۔

## مُدّعا

**پیارے ناظرین!** میری اس تمام رام کہانی کا مطلب اور اظہار درد دل کا مدعا امید ہے کہ آپ ضرور سمجھ گئے ہونگے۔ اب ہم کو ایسی تجاویز سوچنی چاہئیں جس سے ہم اپنی قوم میں تجارتی مذاق پیدا کرسکیں۔ اپنے بے سمجھ اور غافل بھائیوں میں قومی احساس اور آپس کی ہمدردی کے زریں اصول ذہن نشین کریں۔ جو مسلمان ہندوؤں سے جاکر ناپاک اور پلید چیزیں خرید کر کھاتے اور اُن سے اپنی بے عزتی کراتے ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنے کا شوق دلاکر اس بے عزتی اور بے غیرتی سے ہٹائیں۔ حتی المقدور مسلمانوں کا روپیہ غیر قوموں کے ہاتھ میں جانے سے روکیں۔ اگر ہمارے علماء دین اس طرف توجہ کریں تو یہ تمام مراحل بآسانی طے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے علماء کرام جہاں مسلمانوں کی عاقبت سنوارنے کی برائے نام کوشش میں ساعی رہتے ہیں۔ وہاں اس دنیاوی بہبودی کے سامان بہم پہونچانے میں بھی کوشش فرمایا کریں۔ تو ہماری تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ جہانتک میرا خیال ہے شریعت اسلام نے نماز جمعہ کے درمیان خطبہ کی بنا صرف اسی واسطے قائم کی ہے کہ ہر ہفتہ علماء اسلام اپنے عدیم الفرصت اور

بے خبر مسلمان بھائیوں کی دنیا و دین کی اصلاح میں اُن کو نیک اور مفید مشوروں اور تجویزوں سے متنبہ کیا کریں۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت ہی خطرناک ہو گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے علماءکرام ہر جمعہ کے خطبہ میں اس قسم کی ترغیب و ترہیب سے اہلِ اسلام کو مستفیض کیا کریں۔ علماء دین کی عزت و حرمت بھی اُسی وقت قائم رہ سکتی ہے جبکہ اُن کے پیرو کار فارغ البال اور آسودہ حال ہوں۔ فارغ البالی کی اس سے عمدہ تجویز اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ مسلمان ہر قسم کی دکانیں کھولیں ہر صیغہ تجارت میں قدم بڑھائیں ہر امر دنیاوی و دینی میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

اور لوگ اگر اس طرف توجہ نہ کریں۔ عوام الناس اگر مسئلہ چھوت کے نقصان سے اپنے مسلمان بھائیوں کو نہ بچائیں تو چنداں قابل ملامت نہیں ہو سکتے۔ زیادہ افسوس تو علمائے دین پر ہے جنکی خورد و نوش کی کل ضروریات مسلمانوں ہی کی کمائی سے پوری ہوتی ہیں جن کے جسم کا ہر مضغہ گوشت مسلمانوں ہی کی گاڑھی کمائی سے تیار ہوتا ہے۔ وہ بھی اگر ہندوؤں کے ضرر اور نقصانات سے مسلمانوں کو نہ بچائیں۔ اپنے بھائیوں کی تجارت کو فروغ دینے میں کوشش نہ کریں تو میرے خیال میں ایسے علمائے السوء نہ لائق اقتدا ہیں اور نہ قابلِ امامت۔

وہ لوگ ہمارے پیشوا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جو خود قومی منافع و مضار سے بے خبر اور بے سمجھ ہیں۔ جن کو نہ قومی احساس ہے نہ اسلامی ہمدردی۔ سوائے مغز چاٹنے اور دقیانوسی خطبے سنانے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ ایسے علماء نے درحقیقت مسلمانوں کو تباہ۔ برباد و ذلیل کر دیا ہے۔

جسطرح ہندو لوگ اپنی کمائی کا کوئی حبہ بھی مسلمانوں تک نہیں پہنچنے دیتے۔ اُسی طرح ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہم بھی اپنے مال و دولت کو غیروں کی دست بُرد سے بچائیں۔ ایک حبہ بھی کسی دشمن دین اور مخالف اسلام کے ہاتھوں میں نہ جانے دیں۔ قرآن شریف میں ایک آیت ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُہُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِی الْاَرْضِ فِتْنَۃٌ وَّ فَسَادٌ کَبِیْرٌ (ترجمہ) اے مسلمانو! تم دیکھتے ہو کہ کفار ایک دوسرے کے کیسے دوست ہیں۔ اگر تم آپس میں اس طرح کا اتحاد و اتفاق نہ رکھو گے تو دنیا میں کئی قسم کے فتنے اُٹھینگے۔ ہزاروں طرح کے فساد عظیم برپا ہونگے"

اس آیت میں کھلے لفظوں میں ہم کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہم مسلمان خواہ معاملات دنیاوی ہوں خواہ مہمات اُخروی سب مل ملا کر اپنی متفقہ کوشش کے ساتھ اسمیں ایک دوسرے کی امداد کریں۔ اگر ہم ابھی چندروزہ زندگی کو مل جل کر بسر نہ کرینگے تو یقیناً ہم کو وہ نقصان اور مصائب برداشت کرنے پڑینگے جو بے اتفاقی کے ثمرات اور پھوٹ کے سچے نتائج ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی

# بعض اعتراضوں کے جواب

**اعتراض اوّل** بعض لوگ یہ اعتراض کردیا کرتے ہیں کہ مسلمان دکاندار ہندوؤں سے سودا کم دیتے ہیں۔ اسلئے مجبوراً ہم کو ہندوؤں کی دکان پر جانا پڑتا ہے۔

**جواب** یہ نہایت غلط خیال ہے۔ مَیں عرصہ چھ سال سے مسلمانوں سے تمام ضروری اشیاء خرید کر رہا ہوں۔ مجھکو کبھی اِس قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔ اگر ہم خود سوچ سمجھکر خرید و فروخت کا کام نہ کریں تو ہم کو ہندوؤں سے بھی ویسا ہی نقصان پہونچ سکتا ہے جیسا کہ مسلمانوں سے نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ مجھکو اکثر چیزیں مسلمانوں سے بہت ہی ارزاں نرخ پر دستیاب ہوتی رہی ہیں۔ ہندوؤں کی بے ایمانی کا تماشہ اگر دیکھنا چاہتے ہو تو ذرا گورو بازار امرتسر میں جاکر کوئی چیز خرید کر دیکھ لو۔ سب سے پہلے آپ کی جیبیں کترنے کے لئے آپ کے پیچھے دلال لگ جائیں گے۔ ممکن ہے کہ کوئی سودا آپ خرید کریں مگر یہ قزاق گروہ چار پانچ آنے فی روپیہ تمہاری سودے کی دلالی نہ لے جائیں۔ اب آپ خود خیال فرماسکتے ہیں کہ جو دکاندار اس قدر کمیشن دلال کو دینگے وہ خود کس قدر فائدہ اٹھائینگے۔ آپ کو ایک روپیہ میں کیا دینگے۔ الغرض یہ ایک غلط خیال ہے۔ جس نے مسلمانوں کو بدنام کر رکھا ہے پھر لطف یہ ہے کہ جو مسلمان

دوکانداریاں کرتے ہیں۔ یہ خبر ان کو بھی ہے۔ اس قدر وہ بھی جانتے ہیں۔ اگر ذرا اپنے خیال کو اور وسعت دو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اُن حالات پر پھر غور کرو۔ جن کا میں نے آپ کی خدمت میں بارہا ذکر کیا ہے۔ تو آپ مسلمانوں کو گراں فروشی پر بھی مجبور پائینگے۔ مثال کے طور پر میں ایک مفروضہ آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ایک محلہ یا ایک گاؤں میں ہندو اور مسلمانوں کی آبادی بالکل مساوی ہے۔ اس میں ایک ہندو دکاندار ہے اور دوسرا مسلمان۔ مگر چھوت کے قاعدے کے مطابق ہندوؤں کی کل آبادی ہندو دکاندار سے خرید و فروخت کریگی۔ اگر مسلمانوں کا بہت حصہ بھی حسب دستور موجودہ ہندو ہی کی دکان پر چلا جاوے تو مسلمان دکاندار کسطرح اپنے حریف کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ ہندو اگر پندرہ روپیہ کا سودا سلف خرید و فروخت کریگا۔ تو مسلمان بے چارہ کل پانچ روپیہ کا۔ ہندو دکاندار ایک آنہ فی روپیہ منافع کے حساب سے پندرہ آنہ یومیہ کما لیگا۔ مگر مسلمان کو صرف پانچ آنے روز ملینگے۔ بکری کی کمی اور منافع کی قلت اوس کو مجبور کریگی کہ وہ ہندو کی نسبت کچھ زیادہ منافع لے۔ اس حساب سے مسلمان دکاندار اگر ڈیڑھ آنہ فی روپیہ بھی منافع حاصل کرے۔ تو بھی وہ ہندو دکاندار کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کی بکری کم ہے۔ ہاں اگر تمام مسلمان آبادی بھی اُسی طرح اپنی اسلامی دکان کی پابند رہتی۔ جیسا کہ ہندو آبادی نے کر دکھایا ہے۔ تو البتہ مسلمان دکاندار قابل ملامت اور لائق سرزنش تھا۔ یہ سب ہماری اپنی بے سمجھی اور قوم کُشی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہم میں سے کسی کو اس قسم کے اعتراض کا موقعہ نہ ملتا۔ اور نہ اوس مسلمان دکاندار کو خسارہ رہتا۔

ہندو لوگ جو چیزیں ہم سے لیکر کھانا اپنے واسطے حرام سمجھتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں بھی لیکر استعمال نہیں کرتے۔ نہ ارزاں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خرید کر کھاتے ہیں اور نہ مفت لینے کے روادار بنتے ہیں۔ پھر کس قدر شرم کی بات ہے کہ ہم نہایت خفیف شکایت کی وجہ سے اپنی دکانوں سے رُوگردانی کر لیتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے فائدے کی وجہ سے ہم ہندوؤں کی پلید چیزیں بھی کھاتے ہیں۔ اور اپنی بے عزتی بھی کراتے ہیں۔ کاش ہم میں قوم پروری اور خودداری کا اتنا ہی مادہ ہوتا۔ جتنا کہ ہندوؤں میں نظر آتا ہے تو ہم کو آج اقوام عالم میں یہ رسوائی۔ بدنامی بے غیرتی کا تمغہ نہ ملتا۔

**اعتراض دوم** کئی دوست یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ہم کو مسلمان دکانداروں سے ہر قسم کی ضروری چیزیں نہیں مل سکتیں۔ اس لئے مجبوراً ہم کو ہندوؤں کی دکانوں پر جانا پڑتا ہے۔

**جواب** یہ اعتراض بظاہر کسی قدر وزنی ہے۔ مگر اس کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو اسکا تدارک بھی ہماری ادنےٰ توجہ سے ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے کہ ضروریات زندگی دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک ضروری ہیں جن کے بغیر گذارہ نہیں چل سکتا۔ ایک غیر ضروری ہیں جن کے نہ ملنے سے ہم کو کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہونچتا۔ یا جنکی عدم موجودگی سے ہماری زندگی پر کوئی ضرر رسان اثر نہیں پڑتا۔

پہلی قسم کی چیزیں کم وبیش ہر جگہ مسلمانوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اگر سوء اتفاق سے کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہو جہاں باوجود مسلمانوں کی اچھی آبادی ہونے کے بھی مسلمان دکاندار نہیں ملتے۔ تو ہم کو اس کا خود بندوبست کرنا چاہیئے۔ ہر جگہ مالدار خدا دوست۔ ہمدرد اسلام اور باہمت مسلمان مل سکتے ہیں۔ اگر دس بیس مسلمان ملکر کوئی کام کرنا چاہیں تو ممکن نہیں کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس کمی کی وجہ سے کئی شہروں میں ہندوؤں کی بے ایمانی اور غداری سے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہونچ چکی ہیں۔ غالباً دو سال گذرے ہونگے۔ کہ ضلع میمن سنگ کے کسی قصبہ میں سودیشی تحریک کی وجہ سے ہندوؤں مسلمانوں میں شکر رنجی کے بڑھ جانے سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو آٹا۔ دال۔ وغیرہ وغیرہ ضروری اشیاء دینا بند کردیا تھا غریب مسلمانوں کو اس بے جا تشدد سے جس قدر تکلیف پہونچی وہ تحریر سے خارج ہے بے چارے "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق ہو کر لڑنے مرنے پر اتر آئے۔ آخر گورنمنٹ انگریزی کی رعیت پروری نے ہندوؤں کی گوشمالی کی۔ اور معاملہ رفع دفع کردیا۔

اگر مسلمانوں میں زمانہ شناسی کا مادہ اور قوم پروری کا جوہر ہوتا۔ تو نہ اس قدر ذلت میں مبتلا ہوتے۔ اور نہ ہندو بھائیوں سے ان کو تکلیف پہونچتی۔

اس لئے ہمدردان اسلام پر فرض ہے کہ اپنی ضروریات کو خود بہم پہنچانیکا

انتظام کریں۔ دوسروں کے دست نگر رہ کر اپنے آپکو اور اپنی مفلس قوم کو تنگدستی کے گرداب میں تباہ و ہلاک نہ کریں۔

ہمارے شہر امرتسر میں ہم کو ہر قسم کی ضروری چیزیں۔ مثلاً آٹا۔ دال۔ کپڑا گھی۔ نمک مرچ۔ شربت۔ شیرہ۔ دودھ دہی وغیرہ۔ مسلمانوں سے ہر جگہ و ہر محلہ میں بکثرت دستیاب ہو جاتی ہیں۔ سینکڑوں مسلمان دکاندار اس معمولی تجارت سے اپنے اہل و عیال کی پرورش کر رہے ہیں۔ کپڑے کی دکانیں بہت تھوڑی ہیں اگر تمام مسلمان ذرا توجہ کریں اور اپنی موجودہ دکانوں کی رونق بڑھائیں۔ تو تھوڑے عرصہ میں اور کئی دکانیں کھل سکتی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امرتسر میں مٹھائی وغیرہ کی کوئی مستقل دکان مسلمانوں کی نہیں۔ مگر ساتھ ہی جب یہ خیال آتا ہے۔ کہ اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ تو اس قسم کی دکانوں کے نہ ہونے سے ہم کو چنداں شکایت کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔ جب مسلمان ہندوؤں سے ویسا ہی تنفر اور علیحدگی کرینگے جیسا ہندو صاحبان کی طرف سے ظاہر ہو رہی ہے اور مسلمان اپنی ضروریات آپ بہم پہونچانے اور پورا کرنے کی طرف لگ جائینگے۔ تو یہ شکایتیں بھی فوراً سے پہلے رفع ہو جائینگی۔

**اعتراض سوم** بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ مذہب اسلام کی رُو سے ہم کو ہندوؤں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں کے کھالنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ اگر کوئی ممانعت ہوتی تو ہمارے علماء دین جسطرح دیگر ممنوع اور غیر مشروع امور سے احتراز اور پرہیز کرتے ہیں۔ اس بارے میں بھی ضرور علیحدگی کا اظہار کرتے۔ جب علمائے اسلام اس امر کو جائز سمجھتے۔ اور چھوت چھات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تو عوام کو کیوں تعصب کا سبق پڑھا کر انگشت نما بننے کی ترغیب دیجاتی ہے۔

**جواب** مجھکو اس خیال کے ساتھ ہرگز اتفاق نہیں کہ علماء دین غیر مشروع کاموں میں شریک نہیں ہوتے۔ اوّل تو غیر مشروع اور ممنوع رسم و رواج میں اختلاف ہے۔ ایک عالم کسی چیز کو حرام لکھتا ہے دوسرا اس کو حلال سمجھتا ہے۔ تیسرا کچھ اور ہی فتوٰے دیتا ہے مثلاً مجالس میلاد اور عرس۔ نذر و نیاز۔

گیارھویں وغیرہ حنفی علماء کے نزدیک جائز بلکہ کار ثواب سمجھے جاتے ہیں۔ مگر یہی باتیں علمائے اہل حدیث کے نزدیک افعال شنیعہ یا شرک۔ بدعت۔ کفر اور گمراہی ہیں۔ اہلحدیث کے مذہب میں آمین۔ رفع الیدین۔ فاتحہ خلف الامام وغیرہ مسائل بطور سنت مؤکدہ اور بغرض حصول اجر جزیل داخل ہیں مگر انہیں باتوں کو حنفی صاحبان مخرب صلوٰۃ اور مفسد دین بلکہ بدمذہبی کی علامت خیال فرماتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ اہل شیعہ اصحاب ثلثہ (صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا کہنا۔ شرط ایمان اور اصول اسلام سمجھتے ہیں۔ مگر علماء اسلام انہی صحابہ کرام کو اپنا جلیل القدر پیشوا مانتے ہیں۔ ع

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اگر علماء اسلام کا آپس میں اتفاق ہوتا۔ اگر یہ لوگ مہمات دینی کو فطرۃ اللہ کے مطابق حل کرنے کی سمجھ رکھتے ہوتے تو اسلام میں اس قدر فرقے اور گروہ نظر نہ آتے ہمارے موجودہ زمانہ کے علماء کے حق میں لسان العصر حضرت اکبر اللہ آبادی نے بالکل ٹھیک ارشاد فرمایا ہے ؎

مانا یہ ہمنے حضرت واعظ ہیں خوب شخص ! ٭ علامۂ زماں ہیں بڑے فیلسوف ہیں
ذات شریف آپکی مستجمع الصفات ٭ یہ اور بات ہے کہ ذرہ بیوقوف ہیں

اس پر بھی کسی شخص کا یہ خیال کرنا کہ علمائے اسلام کے نزدیک اگر ہندوؤں کی تیار شدہ چیزیں کھانے کی ممانعت ہوتی تو وہ اس کے نزدیک بھی نہ جاتے بالکل غلط ہے۔

پیارے ناظرین ! ہمارے اس زمانہ کے علماء کا کوئی فعل و قول قابل اقتدا اور لائق اعتماد نظر نہیں آتا۔ الا ماشاء اللہ۔

جن بزرگوں کو علماء اسلام کی جنگ زرگری کا تماشا دیکھنا ہو۔ وہ ذرہ ٹھنڈے دل سے ہندوستان کے خالص مذہبی رسالوں اور اسلامی اخبارں کا مطالعہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارے پیشوا کس طرح امت مرحومہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے۔ اونکے دلوں میں بغض و عناد۔ شر و فساد کا بیج بونے اور ان کے تباہ و برباد کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ کہنے کو تو اس وقت ہندوستان کے

ہر کونے میں متعدد خوش بیان واعظ اور شیریں زبان و مصلح قوم لیکچرار موجود ہیں جنکی زبان پر ہر وقت قرآن و حدیث اور قوم قوم کا وظیفہ جاری ہے۔ انکی دلچسپ تقریروں سے بظاہر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ اپنی جاہل قوم میں علوم و فنون ضروریہ کی اشاعت کے خواہاں۔ اونکی آسودہ حالی اور فارغ البالی کے خواہشمند ہیں۔ مگر افسوس آپکو ایسے واعظوں۔ عالموں۔ اور لیکچراروں میں صادق القول۔ راسخ العمل حقیقی مصلح قوم اور ہمدرد اسلام کی تعداد بہت کم نظر آئیگی۔ ان میں سے اکثر خود غرض۔ دغے باز۔ زمانہ ساز۔ یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم کے مصداق نکلینگے۔ وعظ انکا پیشہ اور لیکچر دینا ان کا ذریعہ معاش اور فراہمی زر و مال ہے اور بس۔ عوام الناس کا تو مجھے علم نہیں مگر میرا اپنا اعتقاد ایسے عالموں۔ صوفیوں۔ واعظوں۔ لیکچراروں کی نسبت سب سے نرالا ہے۔

آ ایسے صوفیا جو اپنے بھولے بھالے مریدوں کے سر پر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جن ائمہ[1] مساجد کی خورد و نوش اپنے سیدھے سادے مقتدیوں کے پسینہ کی کمائی پر منحصر ہے۔ جن پیشہ ور واعظوں کی بسر اوقات وعظ خوانی پر موقوف ہے بخدا میں ایسے صوفیوں۔ اماموں۔ واعظوں کو نور ایمان سے عاری محاسنِ اسلام سے خالی بلکہ ننگِ اسلام سمجھتا ہوں۔ یہ ایک قسم کے جاندار گراموفون ہیں جنکی آواز عوام الناس پر تو شائد کچھ اثر بھی کر جاوے مگر خود واعظ صاحب متاثر ہونیکی استعداد سے بے نصیب ہوتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے۔ فرض کرو ایک صوفی صاحب جو مشہور آفاق۔ سالک اور کامیاب مرشد ہیں۔ جن کے مریدوں کی تعداد چشم بددور لاکھوں تک پہونچگئی ہے۔ بلا شبہ ان میں سعید الفطرت مرید بھی ہونگے اور شقی القلب بھی۔ صالح و متقی بھی ہونگے۔ فاسق و فاجر بھی۔ قیاس و تجربہ بتلاتا ہے۔ کہ بعض کی کمائی نیک ذریعہ سے حلال و طیب ہوگی۔ اور بعض کی کمائی ناجائز وسیلہ سے حرام و مشکوک۔ پیر صاحب کو نذر و نیاز کے حصول کی ضرورت ہے اور مرغن غذاؤں اور لذیذ اطعمہ سے لطف اُڑانے کی ہوس۔ انکی بلا سے حرام کی کمائی سے دوزخ شکم کو پُر کیا جاتا ہے یا حلال سے۔ اکل حلال

[1] اگر شارع علیہ السلام صلوا خلف کل بر و فاجر ارشاد فرما کر ہر برے بھلے کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت نہ فرماتے تو عوام الناس کو نماز باجماعت ادا کرنا دشوار ہو جاتی ۱۲ منہ ابو الثنا

اور صدق مقال کی انہیں پرواہ نہیں۔ ہندوستان کی بڑی بڑی خانقاہوں کو خاصکر عرس کے موقع پر جاکر دیکھو وہاں آپکو ایسی بازاری فاحشہ عورتوں کے جھرمٹ نظر آئینگے جنکی کمائی سراسر حرام کاری کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اُنکی کمائی کے چڑہاوے بھی ہمارے صوفیاء کرام کے تنورِ شکم میں جاکر بھسم ہوجاتے ہیں۔ اگر ذرا زیادہ تجسس کی نگاہ سے ان نام نہاد صوفیوں کے حالات پر غور کروگے تو آپ کو اونکی بدترین زندگی کے ڈھول کا پول نظر آجائیگا۔

علیٰ ہذا القیاس مساجد کے اماموں کا حال ہے۔ اون کے مقتدی بھی نہ سب کے سب متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں نہ سب کے سب فاسق اور بدکردار۔ مگر ہمارے امام صاحب ہر ایک کے دستِ سخا کے منتظر اور سب کی خدمت و تواضع کے محتاج ہیں۔ ان بُرے بھلے شریف و رذیل محلّے والوں کی اکثر مراسم بیاہ شادی۔ امام صاحب کے دستِ مبارک سے انجام پاتی ہیں۔ اور مرنے کے موقع پر تکفین تدفین میں بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔ عوام کالانعام سے ان مواقع پر جسقدر خلافِ شرع مراسم ظہور میں آتے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر ہمارے امام صاحب ہیں کہ جو کچھ ملے جسطرح ملے۔ جہاں کہیں سے ملے۔ فوراً ہڑپ کرجاتے ہیں۔ غرض حرامکار شرابیوں۔ زناکاروں۔ سودخواروں۔ بےنمازیوں اور دیگر فساق و فجار مردوں عورتوں کے جنازے۔ انکے ختم درود۔ نذر و نیاز۔ اون کے مراسم شادی غمی میں ہمارے امام صاحب شاداں و فرحاں بغلیں بجاتے ہوئے شامل ہوتے ہیں۔ آجتک آپ نے ہرگز نہ سنا ہوگا۔ کہ فلاں جگہ فلاں فاحشہ عورت کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ فلاں بدمعاش۔ زانی۔ شرابی۔ جوا باز کی تکفین تدفین میں کسی مولوی نے حصّہ نہیں لیا۔ جن ائمہ مساجد صوفیاء کرام۔ واعظانِ خوش بیان کے زہد و تقویٰ کا یہ نقشہ ہو۔ اونکو وارث انبیاء سمجھنا۔ ان سے قومی سود و بہبود۔ اصلاح و فلاح کی توقع رکھنا خیال باطل اور طلب محال ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات طیبہ کا مطالعہ کرو۔ صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات کو غور سے پڑھو۔ سلف صالحین کی مبارک سوانح کو دیکھو۔ آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا۔ کہ یہ خدا کے برگزیدہ بندے کسبِ حلال سے تن پروری کرتے۔ اور شکوک و شبہات سے کوسوں

دُور بھاگتے تھے حرام صریح و بالکل ناجائز معاش کا تو کیا مذکور ہے۔ ہمارے نبی رحمت صلعم اکثر فرمایا کرتے تھے۔ الکاسب حبیب اللہ الید العلیا خیر من ید السفلیٰ۔ ایک جگہ فرمایا اسفل الایدی ید المعطیٰ۔ سلف صالحین عام صدقات وخیرات نذر و نیاز کو بھی بوجہ زہد و تقویٰ الورع خیر لنا من اوساخ الناس کہکر رد کر دیا کرتے تھے افسوس ہمارے زمانہ کے صوفی۔ عالم کسب حلال کو معیوب سمجھکر نام تک نہیں لیتے نہ خود ہاتھ کی کمائی سے روٹی کھانے کا بندوبست کرتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو اوساخ الناس سے بچا کر کسی کام پر لگاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب انکی قلعی کھلگئی ہے سمجھدار مسلمانوں کے دلوں میں ان کی وہ عزت و وقعت نہیں رہی جسکے وہ مدعی اور متمنی ہیں۔ بالکل سچ کہا ہے جس نے کہا ہے کہ ؎

زنہار ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند ؛ خدا را بسجودے و نبی را بدرودے

ہمارے زمانہ کے علماء کو سچ یہ ہے کہ اکل حرام نے رسوا۔ بدنام۔ ذلیل و خوار کردیا ہے حضرت غنی کشمیری فرماتے ہیں ؎

دستِ طلب چوں پیش کسے کردہ دراز ؛ پل بستہ کہ بگذری از آبروئے خویش

انا للہ و انا الیہ راجعون بسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔

آجکل مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے یا کر رہے ہیں۔ وہ سب دنیا داروں اور اسلام کے جان نثاروں کی جانفشانیوں کا نتیجہ ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں سینکڑوں مدرسے۔ انجمنیں اور چند ایک اسلامی کالج قائم ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روزافزوں ترقی کر رہے ہیں۔ اُن کے ارکین کی فہرستیں منگا کر دیکھ لو اول تو ہمارے علمائے نامدار کا نام و نشان نظر نہیں آئیگا اور اگر کہیں نظر آئیگا تو آٹے میں نمک کا مصداق ہوگا۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم خود اپنے آپکو سنبھالنے اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کے قابل بنائیں۔ اپنے نیک و بد نفع و نقصان کو سوچ کر اس کا تدارک کریں۔

**پیارے ناظرین!** خدارا ذرا انصاف سے کہنا کہ اگر ہم لوگ اپنی کمائی کا سرمایہ اپنی ہی قوم و ملت کے ہاتھ میں دیکر اپنی بھی پرورش کریں۔ اور اپنی قوم کے

بعض افراد کو بھی اس سے فائدہ پہونچائیں تو ہمارے واسطے بلحاظ قومیت اور اسلامی ہمدردی یہ بہتر ہے یا اپنی کمائی سے غیر اقوام کو فائدہ پہونچا کر اپنے ہم قوموں کی تباہی اور افلاس کا باعث بنیں۔ اس وقت ہم مسلمانوں کی عدم توجہ اور سہل انگاری کی وجہ سے ہماری ہر ایک کمائی کا روپیہ ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں چلا جا رہا ہے اور مسلمان روز بروز تباہی کے کنارے چلے جاتے ہیں۔

دُور کیوں جاتے ہو صرف ہمارے امرتسر کے مسلمانوں کی کیفیت سُننے پر سب کچھ آشکار ہو جائیگا۔ اس وقت اللہ کے فضل و کرم سے امرتسر کے مسلمانوں کی تعداد تخمیناً ۷۵ ہزار ہے۔ ہندو اس تعداد سے پانچ دس ہزار کم ہیں۔ اگر صرف مسلمانوں کی آبادی کا حساب لگایا جائے اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ہر مسلمان صرف خورد و نوش پر کم از کم دو آنہ یومیہ خرچ کرتا ہے تو اس حساب سے گیارہ ہزار ڈہائی سو روپیہ یومیہ مسلمانوں کی جیبوں سے نکل جاتا ہے۔ اور اگر اس رقم کثیر کا منافع بحساب فی روپیہ ایک آنہ سمجھا جائے تو سات سو تین روپیہ یومیہ یا اکیس ہزار نوّے ماہوار یا دو لاکھ ترپن ہزار اسّی روپیہ سالانہ غیر اقوام کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ اس کثیر التعداد رقم سے مسلمانوں کے پاس کس قدر جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب ہر شخص اپنے ہی دل میں سوچکر بخوبی دے سکتا ہے۔ میرے خیال میں مشکل سے پانچ فیصدی مسلمانوں کے پاس جاتا ہوگا۔ اور بچا نوے فیصدی ہندوؤں کے پاس۔ اگر یہ کل روپیہ مسلمانوں کے پاس جاتا۔ تو آپ خیال کر سکتے ہیں کسقدر خاندانوں کی پرورش کا ذریعہ بنتا۔ کتنے دکانداروں کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوتا بس اے ہمدردانِ ملّت! اپنی کمائی سے اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔ اپنے مفلس اور تباہ حال مسلمانوں کے کھڑا کرنے کا بندوبست کرو۔ یہی سچا اسلام ہے۔ اسی کی ہم کو قرآن شریف ہدایت کرتا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اب ہم بطور اتمام حجت بعض علمائے دین کے خیالات اور فتوے بھی درج ذیل کر دیتے ہیں تاکہ عوام کی یہ حجت بھی نہ رہے۔ کہ مذہب اسلام کی اسمیں کوئی ممانعت

نہیں:-

# استفتا

**السوال** ہندو کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیز جیسے مٹھائی وغیرہ کھانی درست ہے یا نہ ؟ کراہت یا حرمت کی وجہ کیا یہ نہیں ہوسکتی کہ بلحاظ اسلام وہ بداحتیاط ہوں۔ کوئیں کو گائے کے پیشاب سے پاک کرتے ہوں اور اسی پانی کو اشیاء مذکورہ میں استعمال کرتے ہوں۔ کتا وغیرہ اگر دودھ دہی وغیرہ کھا جاوے یا پی جاوے تو ویسے ہی فروخت کر دیتے ہوں۔ مخرجین کو ایسے طرز سے اپنے خیال میں صاف کریں جو اسلام کے لحاظ سے پاک نہ ہوتا ہو اور انہی ہاتھوں سے مٹھائی وغیرہ پکاتے اور بناتے ہوں علی ہذا القیاس ان کا ذبیحہ کھانا مثل اہل کتاب کے جائز ہے یا نہ ؟ اور کیا یہ وجہ بھی ممنوعیت کی نہیں ہوسکتی کہ وہ بروقت سودا خریدنے مسلمان کے مسلمان کو ہم مرتبہ چوہڑہ کے خیال کریں جسطرح چوہڑے کی مجال نہیں کہ ان کے برتن کو بھی چھو جائے۔ ایسے ہی مسلمان سے معاملہ کریں۔ کیا مجال کہ مسلمان خریدنے کے وقت پیسہ بھی اُن کے برتن میں ڈالیں۔ مسلمان اگر اون کے کھانے کی چیز کو چھو جاوے تو اس کھانے کو وہ لوگ کیا مقدور ہے کہ خود کھائیں یا کسی اپنے ہم مشرب کو کھانے دیں۔ ہاں اگر کوئی غیر مذہب کھانے والا نہ ملے۔ تو کتوں کے سامنے رکھدیں پس یہ تمام کارروائی اور توہین دراصل مسلمان کی ذات سے نہیں ہوا کرتی بلکہ بلحاظ اسلام یہ تذلیل کی جاتی ہو۔ اور چونکہ اسلام کی توہین کرنی یا کرانی حرام ہے۔ اس لئے بھی ہنود سے سودا خریدنا کیا حرام یا مکروہ نہیں ؟ بینوا وتوجروا۔ (السائل شیخ عبد الرحمٰن مؤلف رسالہ ہذا)

**الجواب** اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ قوم مذکور کی بداحتیاطی اور غلبہ تنجس اگر ثابت ہو تو ہر فرد اسلام پر لازم ہے کہ بوجہ مذکور ان کی پکی ہوئی چیز سے مجتنب رہا کریں۔ رد المحتار میں ہے **نقل** فی الذخیرۃ عن کتاب الصلوٰۃ للحسن ان الکافر اذا وقع فی البیر وھو حی نزح الماء و فی البدائع انہ روایۃ عن الامام لانہ لا یخلو عن نجاسۃ حقیقۃ او حکمیۃ الخ ج ۱ ص ۱۴۰۔ اور اسی کتاب میں ہے۔ فالمراد بقولہ تعالیٰ انما المشرکون

بخبثٌ النجاسۃ فی اعتقادھم غیر ولا بشکل نزح البیر بہ لو اخرج حیا لان ذالک مما علیہ فی الغالب من النجاسۃ الحقیقیۃ والحکمیۃ ج ۱ ص ۲۸۰۔ خلاصہ ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ کافر مشرک اگر کنوئیں میں گرکر زندہ نکل آوے تو کنوئیں کا پانی نکالا جائے اگرچہ آیت انما المشرکون نجس سے اعتقادی نجاست مراد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُسکی نجاست حقیقیۃ یا حکمیۃ اغلباً ہوا کرتی ہے۔ رد المحتار میں اس پہلی عبارت کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ "شائد یہ احتیاط کے واسطے ہے"۔ لیکن لفظ شائد کا خود کہہ رہا ہے کہ عدم حرمت یا عدم کراہت ہے اور محض احتیاط کا سمجھنا بُعد سے خالی نہیں ہے۔ پس ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوگیا۔ کہ غلبۂ تنجس ممنوعیت کی وجہ ہے۔ بخاری شریف میں مجوس کے برتنوں کے باب میں ابوثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انا بارض اھل الکتاب نا کل فی انیتھم الٰی قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ماذکرت انک بارض اھل کتاب فلا تاکلوا فی انیتھم الا ان لا تجدوا بدّا فان لم تجدوا بدّا فاغسلوا و کلوا فیھا الحدیث جزء ۱ صفحہ ۱۹۰ مصری۔ یعنی صحابی موصوف رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم مجوس لوگوں کی بستی میں رہتے ہیں اور اون کے برتنوں میں کھاتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اون کے برتنوں میں نہ کھایا کرو۔ اور اگر چارہ نہ ہو تو اول دہولیا کرو۔ پھر اون میں کھا لیا کرو" اس حدیث سے ظاہر ہوگیا ہے کہ جن لوگوں میں اشیاء ممنوعہ اسلام کا استعمال رہتا ہو اُن کے برتنوں سے بھی بغیر پاک کرنے کے دُور رہنا چاہیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کے برتنوں میں جو تر چیز ہو وہ بھی ممنوع الاستعمال ہے۔ امام اعظم صاحب المذہب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے کہ غلبہ تنجس موجب تنجس ہے۔ اس حدیث سے مؤید ہوگیا ہے۔ آخر سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے ان کے برتنوں کے پلید ہو جانیکا مشاہدہ تو ظاہر کیا ہی نہیں جیسا کہ حدیث سے ہویدا ہے۔ اس لئے بظاہر بنا بر غلبہ تنجس حضور نے ان کے برتنوں کے استعمال کرنے سے بلا پاک کرنے کے منع فرمایا ہے۔ (کتبہ ابوالحسن غلام مصطفےٰ حنفی القاسمی عفی عنہ)

قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ اگرچہ اس کا معنے یہ ہے کہ مشرکین ناپاک ہیں اُن اعتقاد کی حیثیت سے مگر اس زمانہ میں یہ بھی مشاہدہ سے ثابت ہوا کہ اون کے ہاتھ کی اشیاء ماکولہ و مشروبہ بنی ہوئی بھی نجس ہیں۔ پس بیشک ایسے اشیاء سے مسلمانوں پر ضروری امر ہے کہ

احتیاط کریں۔ اور جو کچھ فاضل مجیب نے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں وہ مدلل اور معقول ہے اور حق ہے وَمَا بَعْدَ الحق الا الضلال وانا المفتقر الی اللہ المستعان والمعین۔

(ابو محمد ابراہیم غلام محی الدین عفی عنہ امرتسری)

ما اجاب بہ المجیب فہو فیہ مصیب الراجی الی رحمۃ ربہ الاحد الجواب صحیح

(پیر سلام الدین امرتسری) کتبہ ابو الحسن غلام مصطفےٰ الحنفی القاسمی عفی عنہ

# فتوی انجمن مستشار العلماء لاہور

انجمن ہذا کے فتوے کی نقل مجھے مل گئی ہے جس میں میرے اس سوال کا جواب بڑی ہمت کے ساتھ درج ہے جس کی نقل بلفظہ درج کر کے دیگر تمام علماء کرام سے التجا کی گئی ہے کہ وہ بھی اب مہر سکوت کو توڑ کر حمیت اسلام کو کام میں لائیں۔ اور وہ استفتا بمعہ جواب یہ ہے:۔

**السوال** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اہل اسلام کو اون کا فروں اور ہندوؤں کے ساتھ جو کہ شراب اور خنزیر کو استعمال کرتے ہیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسے ہندوؤں کے ساتھ ملکر کھانا کھاتا ہے اسپر کیا حکم ہے؟

**الجواب** وہو الموفق للصواب۔ اہل اسلام کو ایسے مشرکوں اور کافروں کے برتنوں میں جب تک کہ اون کو اچھی طرح سے پاک اور صاف نہ کر لیا جاوے طعام کھانا یا پانی پینا وغیرہ جائز نہیں۔ جیسا کہ یہ مطلب عبارت مندرجہ ذیل سے واضح ہو سکتا ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالی انما المشرکون نجس (ترجمہ) مشرک لوگ ناپاک ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے عن ابی ثعلبۃ الخشنی قال سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن قدور المجوس قال انقوہا غسلا واطبخوا فیہا ونہی عن کل سبع ذی ناب (ترمذی شریف) اور اس کام (یعنی ہندوؤں کے برتنوں کے پکے ہوئے کھانے یا اون کے ہمراہ بیٹھکر کھانے) کے کرنیوالے پر لازم ہے کہ آئندہ کو وہ توبہ کرے اور اگر ضرورت ہو تو اون کے برتنوں کو خوب پاک اور صاف کر کے اون میں طعام کھاوے یا پانی پیوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ العبد المذنب محمد عبد اللہ ٹونکی عفی عنہ)

الجواب صحیح (فضل حق) الجواب صحیح (غلام احمد مدرس اول نعمانیہ مدرسہ لاہور)

الجواب الصحیح (قاضی ظفرالدین احمد دوم مدرس عربی اورنٹیل کالج لاہور) الجواب الصحیح (غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور) الجواب صحیح (محمد عالم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور) الجواب صحیح (محمد حسن اول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور) الجواب الصحیح (محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ رحیمیہ لاہور) الجواب صحیح (قاضی نورالحسن مددگار ناظم انجمن مستشارالعلماء لاہور)

**مسلمانو!** یہ ہمارے علماءِ دین کا فتوےٰ ہے۔ جنکو ہم لوگ حامل شریعت اور وارث الانبیاء سمجھتے ہیں۔ اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں ہمارے واسطے بالکل ناجائز ہیں۔ سوائے اضطراری حالت کے کسی صورت میں ان کا استعمال جائز نہیں۔ آنحضرت صلعم نے نہ صرف مشرکین کے پختہ کھانوں سے ہم کو منع فرمایا ہے بلکہ ان کے برتنوں کے استعمال سے بھی ممانعت فرمائی ہے۔ البتہ بوقت ضرورت شدیدہ ہم کو اتنی اجازت بخشی ہے کہ ہم ان کی پختہ چیزیں نہ کھائیں۔ ان کے برتنوں کو خوب دھو کر عمدہ طور پر صاف کرلیں۔ ان میں خود اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھائیں۔ اس حدیث شریف کو پڑھکر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم صریح کو سنکر بھی جو مسلمان ہندوؤں کی تیار کردہ اشیاء سے اجتناب نہیں کریگا۔ اور بدستور سابق ہندوؤں کی پکائی ہوئی چیزیں کھایا کریگا۔ ہم کو اس کے اسلام میں شک ہے۔ ہم مجاز ہیں کہ ایسے مسلمانوں کو بے دین۔ بے حیا۔ بے حمیت بے غیرت۔ ننگ اسلام وغیرہ جو چاہیں کہیں۔ ایسے دشمن قوم افراد یا تو اپنی خلاف اسلام عادات کو چھوڑ دیں یا اسلام کا حلقہ اپنی گردنوں سے نکالکر پھینک دیں۔ جس شخص کو مسلمانوں کی بہتری کا خیال نہیں جو بانیٔ اسلام علیہ السلام کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو اپنی اور اسلام کی عزت و ناموس کا خیال نہیں کرتا۔ کیا ضرورت ہے کہ وہ اسلام میں رہکر اسلام کو بدنام اور عام مسلمانوں کو رسوا اور ذلیل کر کے مخالفین اسلام کو فائدہ پہونچائے اور خواہ مخواہ مضحکہ اڑانے کا موقع دے

اس عنوان کی ذیل میں ہم ان ہمدردان قوم کی تحریروں کو درج کرتے ہیں جنہوں نے اس مضمون چھوت چھات کے متعلق اپنے خیالات محض مسلمانوں کو بیدار کرنیکی نیت سے مختلف اسلامی اخبارات میں درج کرائے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے مقتدر ناظرین اس تجویز پر نہ صرف خود عمل فرما کر داخل حسنات ہوں گے بلکہ اپنے دوسرے بھولے بھالے بھائیوں کو بھی اس کے مضامین سے مطلع فرما کر ہمدردیٔ قوم کا ثبوت دینگے۔

برہم مانتے ہیں کہ ابتدا میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی علیحدگی سے انواع و اقسام کے نقصان اور تکلیف پہونچیگی۔ ممکن ہے کہ بہت ضعیف الاعتقاد مسلمان کر ہمت توڑکر رہ بھی جائیں مگر یاد رکھیں کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں۔ مل جلکر ترقی کے میدان میں قدم بڑھائیں۔ چونکہ نیت بخیر ہے اس لئے یقین ہے کہ نتیجہ بھی خاطر خواہ برآمد ہوگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِینَ (نیاز مند مؤلف)

**بقول** ہمعصر "سعید" دہلی۔ شہر مذکور میں متصل کوچہ گھاسی رام ایک مٹھائی کی کمپنی کھولی گئی ہے جس میں دیسی کھانڈ کی مٹھائی بنائی جایا کریگی۔ کمپنی اہل ہنود کی طرف سے ہے۔ اس کمپنی کے ہونے کی سب سے زیادہ وجہ یہ ہے کہ دیگر ہندو حلوائیوں کی دکان پر سے چونکہ مسلمان بھی سودا لیتے ہیں تو اہل ہنود کے قابل اطمینان نہیں ہوتا۔ یعنی مسلمانوں کا ہاتھ پڑ لگ کر ہندوؤں کے کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ افسوس کہ ہم مسلمان بے غیرتی کو نہیں چھوڑتے ورنہ وہ قوم جو نجاست اور غلاظت میں مشہور ہے جو پاکی پلیدی کے امتیاز سے بھی محض ناآشنا اور نہ بلد ہے۔ ہم کو اس قدر حقارت کی نظر سے دیکھکر ہم سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتی۔ یہ وحشیانہ سلوک ہم سے اس لئے ہوتے ہیں کہ ہم خود اپنی عزت آپ نہیں کرتے۔ اگر ہم مسلمان ان لوگوں کی دکان پر نہ جائیں اور نہ انکی تیار شدہ چیزیں خریدیں تو یقیناً ہم بے عزت بھی نہ ہوں۔ اور ہمارا روپیہ پیسہ بھی اپنی ہی قوم میں محفوظ رہے۔

# مسلمان رستہ دیکھکر چلیں!

ہندوؤں کی چھوت نے تو ہماری تجارت کو برباد کیا ہی تھا مگر اب ترقی تعصب سے اس ظالم (چھوت) نے ہمیں رستہ چلنا بھی دشوار کر دیا ہے۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ میں ایک بازار میں جا رہا تھا کہ لنتے میں ایک غریب مسلمان کسی ہندو کے پاس سے نکل گیا اس پر ہندو صاحب کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایسے طیش میں آئے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس مسلمان کی بوٹی بوٹی نوچکر کھا جاتے۔ آپ نے غصہ میں آکر اس غریب کو کئی صلواتیں سنائیں اور پھر فرمانے لگے کہ "بے وقوف رستہ دیکھکر کیوں نہیں چلتا" عجب بات ہے کہ چھوت تو ہندو کریں مگر اُن کے ساتھ نہ چھونے کا خیال مسلمان رکھیں۔ آہ! اے مسلمانو!

مفلسی اور بے غیرتی سے ابھی زیادہ ذلیل ہوگے ؟ اور جبتک خوب اچھی طرح سے پِس نہ جاؤ گے کروٹ نہ بدلو گے ؟ ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(راقم - افسر ہوشیار پوری)

# کبھی کوئی چیز مسلمانوں سے مت خریدو

وہ مسلمان احباب جنکا خیال ہے کہ ہمارے آریہ بھائی ہم کو بدیشیوں کیطرح نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے آگاہ ہوں کہ اب ان لوگوں نے چھوت کے قاعدہ کو جو پہلے مسلمانوں سے صرف پختہ خوردنی اشیاء کی ہی خرید کو بائیکاٹ کرتا تھا۔ اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ اس سے خوردنی۔ غیر خوردنی۔ پوشیدنی۔ خواندنی۔ سب قسم کی اشیاء کو مسلمانوں سے خریدنا ناجائز قرار پایا گیا ہے۔ چنانچہ چند ہی روز کا واقعہ ہے کہ ایک ہندو لڑکا جو آریہ سکول ہوشیارپور میں پڑھتا ہے مولوی اکبر علی تاجر کتب کی دکان پر کچھ کتابیں خریدنے کیلئے گیا حسب ضرورت اُس نے کچھ کتابیں خریدیں اور اُن کی قیمت مولوی صاحب کے حوالے کر دی۔ ابھی یہ لڑکا دوکان چھوڑنے بھی نہ پایا تھا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب آریہ سکول لالہ دیوی چند ایم اے آنکلے۔ ایک ہندو طالبعلم کو مسلمان سے کتابیں خریدتا دیکھکر غصہ سے آگ بگولا ہو گئے۔ اور اسقدر پیچ و تاب کھایا کہ آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ پھر کڑک کر کہا " میں نے تجھے کئی دفعہ کہا ہے۔ کہ کبھی کوئی چیز مسلمان سے مت خریدو مگر تم باز نہیں آتے۔ انکو فوراً واپس کردو " یہ کہکر ہیڈ ماسٹر صاحب تو آگے چل دیئے اور لڑکا کانپتا کانپتا مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے یہ الفاظ مولوی اکبر علی صاحب تاجر کتب اور تین اور شریف مسلمانوں نے جو اسوقت ان کی دکان پر موجود تھے اپنے کانوں سُنے اور سب انگشت بدندان رہ گئے۔ کسی شخص کی دکان پر آکر گاہک کو ہٹانا اسکی ہتک ہے اور ایسی ہتک کرنے والے کو قانون نے بھی مجرم ٹھہرایا ہے۔ مولوی صاحب کی یہ ہتک بحیثیت ایک مسلمان کے کیگئی اور جو مسلمان اس وقت ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسکو اچھی طرح محسوس کیا۔ اگرچہ

اس قسم کی مذہبی ہتک کے موقعوں پر اکثر دفعہ چشم زدن میں خون کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھی گئی ہیں مگر خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسوقت ان شریف مسلمانوں نے اپنے غصہ کو دبالیا۔ اور کوئی شورش نہ ہونے پائی۔ لڑکے سے کتابیں لے لیگئیں اور اسے قیمت واپس کردیگئی۔ چونکہ یہ واقعہ مسلمانانِ ہوشیار پور کی صریح توہین ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس سے کہانتک متاثر ہوتے ہیں۔ اگر شہر کے مسلمان رؤسا میں مذہبی اخوت کا خیال موجود ہے۔ اور انکی رگوں میں اسلامی خون جوش مار رہا ہے۔ تو اُن کو اس موقعہ پر خاموش نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ ہیڈ ماسٹر صاحب پر باقاعدہ مقدمہ چلاکر اس ہتک کا انتقام لینا چاہیئے۔ اور اگر وہ اس قدر بزدل ہیں کہ اتنا کام بھی نہیں کرسکتے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ یہ بھی وُہی کند ہتھیار استعمال کریں جو وہ تی پوش اصحاب ان کے برخلاف اٹھائے ہوئے ہیں یعنی جسطرح آریہ ہندوؤں نے ہماری اشیاء کو خریدنا ترک کردیا ہے۔ اسی طرح ہم کو بھی عہد کرلینا چاہیئے کہ ہم بھی کبھی کوئی چیز اُن سے نہ خریدیں گے۔ ہم بھوکے مرجائیں گے۔ مگر ان سے خوردنی اشیاء کو خریدنا حرام سمجھیں گے۔ ہم ننگے پھرنا منظور کرینگے۔ مگر ان دشمنانِ اسلام کی دکانوں پر سے کپڑا نہ خریدنے جائینگے۔ ہم علم سے بے بہرہ رہنا قبول کرینگے مگر ان مشرکین سے جو ہم کو ڈشٹ اور ملیچھ کے نام سے پکارتے ہیں کبھی بھی کوئی کتاب نہ خریدینگے

(الراقم خاکسار افسر ہوشیارپوری)

# چھوت چھات اور مسلمانوں کی نجات

صفحاتِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ نہ صرف قرون اولےٰ کے مسلمان بلکہ دوسری صدی ہجری تک کے اہل اسلام فرمانِ خداوندی اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ مسلمان ہندوستان میں بحیثیت ایک فاتح قوم کے آئے لیکن وہ اپنی ہندو رعایا سے ویسی ہی چھوت چھات رکھتے تھے۔ جیسی کہ آجکل ہمارے ہندو دوست ہم سے رکھتے ہیں۔ لیکن مرور زمانہ سے فریقین کے تعلقات اسقدر بڑھ گئے کہ دونوں قومیں باہم شیر و شکر ہوگئیں۔ یہانتک کہ نہ چھوت کا خیال رکھتے تھے اور نہ ہی مسلمانوں نے اسکی ضرورت سمجھی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ہندو

نے اپنے کسی مذہبی اصول کی مخالفت کی یا نہیں۔ کیونکہ ویدک دہرم کے ایسے جزوی مسائل سے ہمیں کوئی آگاہی حاصل نہیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں نے خدا کے مقدس کلام کو چھوڑا۔ یعنے باوجودیکہ مشرکین کو نجس قرار دیا گیا تھا انہوں نے ان کو طاہر قرار دے دیا اور اسی نافرمانی کا خمیازہ آج مسلمان بھگت رہے ہیں۔

یہ امر کہ ہندوؤں نے کب یہ روش اختیار کی تھی۔ کشمیر، دہلی و دیگر مقامات کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات سے پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ کشمیر میں ایک پنڈت (کسی مندر کا اعلیٰ پجاری ہی کیوں نہ ہو) بخوشی خاطر مسلمان شیرفروشوں سے دودھ دہی قند وغیرہ لے جاتا ہے۔ اور اب تک دیکھا جاتا ہے کہ ان کے ہاں مسلمان خادم پانی بھرتے ہیں۔ دہلی و ہندوستان کے اکثر مقامات میں بھی اسی قسم کے تعلقات تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے کارخانوں میں قالین بافی۔ ٹھگری وغیرہ کا کام کرتے ہیں اعلیٰ الصباح جاتے ہیں۔ اور شام کو وہاں سے واپس آتے ہیں۔ دن بھر کی لگاتار محنت کے بعد ان کی کمائی کا اندازہ لگائیں تو ۶-۷ پیسے سے زیادہ نہ ہوگی دوسری طرف ہندوؤں کے لڑکے ہیں آٹھ دس آنہ کے لڈو پیڑے یا پوری کچوری وغیرہ لے کر پھیرنے لگا۔ دن میں تین چار بار سودا کر کے پھیر ختم کر کے لگایا۔ اسطرح پانچ چھ آنہ کما لیتا ہے۔ مسلمانوں کے لڑکے کارخانوں کی قید اور تشدد سے تنگ آکر بھاگنے لگے۔ آوارہ ہوگئے، بدمعاش بنگئے۔ اور ہندوؤں کے لڑکے آزاد اور فارغ البال رہے۔ تجارت کا چسکا پڑ گیا۔ اور خاصے تاجر بن گئے ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

اس کی وجہ کیا؟ آخر کیوں مسلمان اپنے لڑکوں کو اس طرف نہیں لگاتے۔ بات صاف ہے کہ ہندوؤں کی چھوت کا مسئلہ ان کو تاجر بناتا ہے اور مسلمانوں کو پستی کی حالت میں گرا رہا ہے۔ ہندوؤں سے ہندو تو سودا لیتے ہی ہیں لیکن بے غیرت مسلمان بھی لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمان سے کوئی نہیں لیتا اور یہی امر مسلمانوں کی معاشرت میں ایک سمِ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔

گذشتہ دو برس میں ہندوستان کے ملکی انقلاب کے خواہشمندوں نے

اتفاق اتفاق کا راگ گانا شروع کیا۔ اور بعض صاحبان نے تو یہانتک کہدیا کہ ہندو مسلمان آپس میں رشتے ناطے کر لیا کریں۔ آنریبل مسٹر گوکھلے اس بات پر زور دیتے رہے کہ ہندو مسلمانوں میں چھوت کا رواج اتفاق کے راستہ میں مضبوط دیوار ہے۔ جبتک دونوں قومیں مل کے کھانا نہ کھائیں اتفاق نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ تجربہ ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یہ ان حضرات کی زبانی باتیں ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ تاہم ہمارا خیال تھا کہ ہمارے ہندو بھائی شاید مطلب برآری کی غرض سے یہ بھی کر گذریں۔ ان کی مطلب برآری تو خاک نہیں البتہ چھوت کے اٹھ جانے سے مسلمانوں کو ایک ترقی کا راستہ ملجائیگا۔ لیکن آخر وہی ہوا کہ یہ لوگ جو کہتے تھے۔ زبانی باتیں تھیں دراصل ان کا مقصد کچھ اور ہی ہے۔ ان کی اندرونی حالت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دہلی میں ان لوگوں نے اس امر کا انتظام کرلیا ہے کہ دوکانیں صرف ہندوؤں کی ہوں۔ اور ہندو مسلمانوں سے بالکل الگ رہیں اور چھوت چھات میں گویا اور ترقی سوجھی۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ وہ اپنے آپ مختار ہیں جس میں اپنی بہتری چاہیں کریں لیکن ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ کبتک غفلت شعاری سے کام لینگے۔ کیا اب بھی اونکو ہوش نہ آئیگا۔ شاید ہمارے بھائی یہ جواب دیں۔ کہ مسلمانوں کی دکانیں نہیں یا انہیں مسلمان دکاندار سودا کم دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ اس میں بھی ہمارا ہی قصور ہے۔ اگر مسلمانوں کی دکانیں نہیں تو اسکا باعث بھی یہی ہے کہ ہم نہیں چاہتے اگر تمام مسلمان اس امر پر متفق ہو جاویں کہ تمام اشیاء خوردنی مسلمانوں سے لینگے تو خودبخود مسلمانوں کی دکانیں کھلجائیگی کیا ہم لوگ یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں میں جن اشیاء کا رواج خصوصیت سے تھا۔ وہ وہ کبھی کوئی ہندو کسی مسلمان سے لیکر کھاتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ امرتسر کے ہندوؤں کو گوشت کھانے کا شوق ہوا تو ان کیلئے دکانیں موجود ہوگئیں۔ چنانچہ شہر بھر میں جابجا گوشت کی نہ صرف دکانیں ہیں بلکہ ہندو پھیری کر کے فروخت کر رہے ہیں۔ چاء کا شوق ہوا۔ تو ہندوؤں کی چاء کی دکانیں موجود ہوگئیں۔ باقرخانی روٹی (جو صرف کشمیر میں بنتی ہیں اور امرتسر میں کشمیری نانبائی بناتے ہیں) جب ہندوؤں کو پسند

آئی۔ تو انہوں نے اسکی ترکیب سیکھ کر دکان کھولدی مگر یہ انہوں نے ہرگز نہیں کیا کہ مسلمانوں سے خرید کر کھائیں۔ دوسری بات کہ مسلمان سودا کم دیتے ہیں یہ بھی عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے۔ ہمارے ایک دوست نے ایک صاحب کو اس اعتراض کا جوابدیا جو ہم یہاں نقل کرتے ہیں کہ ہندو روٹی والے پیسے کی روٹی اتنی دیتے ہیں کہ جتنی مسلمان نانبائی آدھ پیسے کو دیوے۔ مگر ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی ہندو محض اس واسطے کہ ہندو چھوٹی روٹی دیتے ہیں کبھی مسلمان سے خرید کرے۔ ہم نے مانا کہ مسلمان تھوڑا سودا دیتے ہیں لیکن اس کا باعث بھی یہی ہے کہ انکی بکری کم ہے اور وہ تھوڑی بکری سے اخراجات پورا کرتا ہے اگر سب مسلمان اس سے خرید کرنے کا ارادہ کرلیں تو ان دکانداروں کی بکری زیادہ ہو۔ اور خواہ مخواہ زیادہ دیگا اگر آج ہم لوگ اس بات پر متفق ہوجائیں کہ حسب الارشاد آپکے ہم اپنا پیسہ دیگر جنس اشیاء نہ خریدینگے تو مسلمان بہت جلد تجارتی قوم بن سکتے ہیں۔ مسلمان خواہ ہزار بنا نکالیں۔ لیکن سوا اس کے خدا و رسول کی نا رضامندی ہو اور کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تا وقتیکہ مسلمان تجارت کے ابتدائی زینہ پر پاؤں رکھکر تجارت کی لیاقت حاصل نہ کریں مسلمان ہرگز ترقی نہیں کرسکتے۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ ہندوؤں کی چیز کو کتا جھوٹا کر جاوے بلی کھاجاوے۔ چوہے کھاجائیں مگر وہ بدستور پاک اور پوتر رہتی ہیں۔ لیکن اگر ایک مسلمان نہا دھو کر بھی ہاتھ لگادے یا غلطی سے چھوجاوے تو الکدم ناپاک۔ اسپر بھی اگر مسلمان غیرت نہیں کرتے تو کس قدر شرم کی بات ہے۔

یہ کام زیادہ تر ہمارے علماء کرام کی توجہ کا محتاج ہے۔ اگر ہمارے علماء کرام اپنی وعظوں میں مسلمانوں کو اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ کی تفسیر اور تجارتی فوائد سے آگاہ کرتے رہینگے تو ہمیں امید ہے کہ بہت ہی عمدہ نتیجہ پیدا ہوگا۔

ہماری محسن گورمنٹ عالیہ نے ہمیں ہرطرح کی آزادی دے رکھی ہے اور گورمنٹ چاہتی ہے کہ اس کے عہد حکومت میں لوگ ترقی کریں مگر افسوس کہ ہم گورمنٹ کی گویا ناشکرگذاری کررہے ہیں کہ فائدہ نہیں اٹھاتے ؛

(اڈیٹر اہل فقہ امرتسر)

# باغیرت مسلمان غور کریں

ہم مسلمانوں کی درماندہ قوم اس وقت جس پستی و افلاس میں گری ہوئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دردمندانِ قوم نے کمالِ غور و خوض کے بعد اس کے افلاس کے مختلف اسباب دریافت کئے ہیں یعنے کوئی تجارت کی کمی کوئی اعلےٰ تعلیم کا نہ ہونا اور کوئی اسلامی بنکوں کا عدم وجود یا جواز سود کی ممانعت کو ہماری موجودہ افلاس کا سبب بتاکر قوم سے اس بڑی کمی کے پورا کرنے کی اپیل کرتا ہے۔ چنانچہ اخبار علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی کسی تازہ اشاعت میں ایک ہی خواہِ قوم نے سود کی ممانعت کو مضر بتاکر ظاہر کیا تھا کہ اس ایک کمی سے مسلمانوں کا ایک ارب روپیہ سالانہ غیر اقوام کی جیبوں میں جا پڑتا ہے۔

گو مذکورہ بالا وجوہات ایک حد تک قابل تسلیم ہیں۔ مگر میری رائے میں ہمارے افلاس کی سب سے بھاری وجہ وہ چھوت چھات ہے جو ہمارے ہندو برادرانِ وطن ہم سے برت رہے ہیں۔ کیونکہ روزمرہ کی اشیاء خوردنی پر اگر بالاوسط چار آنہ فی کس یومیہ حساب لگایا جاوے تو چھ کروڑ مسلمانانِ ہند کا ڈیڑھ کروڑ روپیہ روزانہ ان برادرانِ گرامی قدر کی جیبوں میں چلا جاتا ہے جو ہمیں "ملیچھ" کے رذیل لقب سے ملقب کرکے کتے سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ جس قوم کا اس قدر روپیہ ہر روز حریف قوم کی جیبوں میں چلا جاوے وہ اس سے کس طرح ہم پلہ بن سکتی ہے؟

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسی ایک مسئلہ نے ہماری مخالف قوم کو فارغ البال اور ہمیں خستہ حال کر رکھا ہے اور اگر خدانخواستہ کچھ عرصہ اور ہماری غفلت کا یہی حال رہا تو جو حالت ہماری ہو گی وہ ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں اسی ایک مسئلہ چھوت نے مسلمانوں کو ہندوستان میں جس قدر حقیر و ذلیل بنا رکھا ہے وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ کیونکہ یہ ایک عام بات ہے۔ کہ ایک مسلمان (خواہ وہ کیسا ہی پاک صاف اور جنٹلمین کیوں نہ ہو) کے ہاتھ سے وہی مٹھائی یا دیگر اشیاء خوردنی جو ہندوؤں کے ہاتھ کی تیار شدہ ہوں کوئی

رذیل میلا اور نیچ قوم کا ہندو مُفت لیکر بھی نہیں کھائیگا۔ حتی کہ حقیر سے حقیر بھیک منگا جسے ہندو مذہب سے کچھ بھی تعلق ہے۔ ہرگز مسلمانوں کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی چیز لینے پر راضی نہیں ہوتا۔

مقام نزہت (صوبہ بہار) کے پرہیزگار ہندو مسلمانوں کے سایہ سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اگر کسی تالاب کے ایک سرے پر کوئی مسلمان غسل کر رہا ہو تو اوس کے دوسرے سرے پر بھی نہیں نہاتے جبتک کہ وہ مسلمان تالاب سے باہر نہ نکل جاوے۔

ضلع سہارنپور (صوبہ آودھ) کے بعض تعلقہ داروں کا دستور ہے کہ سوا پہر دن چڑھے تک مسلمان کی شکل دیکھنا بھی مہاں پاپ اور داخل کفر سمجھتے ہیں اور وہاں اس امر کی سخت احتیاط رکھی جاتی ہے۔

مولوی نظیر حسین صاحب سخا محمڈن مشنری مقیم بمبئی نے اپنے ایک قابل قدر مضمون میں (جو روزانہ پیسہ اخبار کی کسی گذشتہ اشاعت میں طبع ہو کر زاں بعد وطن میں بھی چھپ چکا ہے) اس امر پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ اگر کوئی ہندو مہاتما اپنے لوٹے سے اونچے رکھکر دھار باندھکر کسی مسلمان کو اوک سے پانی پلا دے تو بایں خیال کہ اس دھار کے ذریعہ سے ہی مسلمان کے منہ یا ہاتھ کی نجاست اس برتن میں گھس گئی ہے اُسے مانجا جاتا ہے۔ مولٰنا موصوف اس سے بھی زیادہ متعجب ہونگے جب انہیں معلوم ہوجائیگا کہ ہمارے پنجابی مہاشہ اپنے برتن سے کسی مسلمان کو پانی نہیں پلاتے خواہ وہ ایک منزل نیچے کھڑا ہو کر ہی کیوں نہ پینا چاہے۔ بلکہ ان کا دستور ہے کہ اگر اپنے برتن میں سے کوئی چیز دور سے بھی کسی مسلمان کے برتن میں ڈالیں تو اس سے بھی اپنے برتن کو ناپاک سمجھکر جبتک گائے کے گوبر سے اُسے پوتر نہ کرلیں۔ اپنے استعمال میں نہیں لاتے۔

یہ تو ہے ہمارے ہندو برادرانِ وطن کے حقارت آمیز سلوک کا خاکہ۔ اب ہم ذیل میں چمار قوم کی بیداری کی ایک مثال دیکر اپنے برادرانِ قوم کو غیرت دلاتے ہیں کہ جب ایسی ادنیٰ درجہ کی قومیں بھی چونک اُٹھی ہیں تو وائے برحال ما کہ ہم کروٹ تک نہ بدلیں۔ اور ذلت و ادبار کو شوق سے لبیک کہیں۔

شیعی رسالہ "اصلاح" مطبوعہ شعبان سنہ رواں میں کسی شیعہ صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے وطن مہابن کے تمام چماروں نے آپس میں عہد کرلیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاں

کی اشیاء خوردنی ہرگز نہ کھائینگے۔

اے اسلام کے خادمو! اور فخرِ عرب کے فرمانبردارو! خیال تو کرو۔ کہ جب چماروں جیسی ادنٰے درجہ کی قوم کا بھی تم سے یہ سلوک ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ تو اس سے بڑھکر اور کیا بے غیرتی ہوگی۔ کہ تم مشرکین کے ہاں کی تیار کردہ اشیاء خوردنی قیمت دیکر نوش کرو اور ان برادرانِ یوسف کی اس چال کو نہ سمجھو جسمیں تمہاری حقارت کے علاوہ اُن کی دولت مندی اور تمہاری مفلسی کی بڑی بھاری وجہ موجود ہے۔ ماسوا اس کے اگر مذہبی پہلو سے بھی غور کیا جاوے۔ تو کیا اسلام کے کسی فرقہ کے علماء مشرکین کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے کھانے کے جواز کا فتوٰے دینگے جبکہ اُن میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔ ان کے کنوئیں میں جب زندہ یا مُردہ بلی اور کتا یا کوئی اور نجاست گر پڑے تو اسلامی احکام کے مطابق پاک نہیں کیا جاتا۔ ان کے برتنوں کا یہ حال ہے کہ کتے مُنہ ڈالدیں، تو انہیں ناپاک نہیں سمجھا جاتا۔ استنجا یا کلوخ کا ان میں دستور نہیں۔ گائے کے گوبر کو پوتر سمجھکر انہی برتنوں میں ڈال دیتے ہیں جن میں اشیاء خوردنی رکھی جاتی ہیں۔

مَیں بلا خوف تردید کہونگا کہ ایسے پانی سے ایسے برتنوں میں ایسے ہاتھوں سے بنائی ہوئی اشیائے خوردنی کے کھانے کو کوئی نیک نیت عالم جائز نہیں کہیگا سوائے اس صورت کے کہ جس میں خنزیر کا کھانا بھی منع نہیں۔

پس جبکہ ہماری غیرت، حمیت، حتیٰ کہ ہمارا پاک مذہب اسلام بھی ہمیں اس بے غیرتی کے قبول کرلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تو حسرت کا مقام ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی کیوں آنکھیں نہیں کھولتے اور کیوں اپنے ہاتھوں ذلیل و حقیر بن رہے ہیں۔ حالانکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ سے صاف ظاہر ہے کہ جبتک ہم خود اپنی حالت نہ بدلیں گے خدا پاک ہماری حالت زار کی طرف التفات نہ کریگا۔

(راقم خاکسار غلام محمد امرتسری)

# کیا مسلمان اب بھی نہ سمجھیں گے؟

لاہور میں مشین کے ذریعہ سے قلفی بنانے کا کارخانہ ہندوؤں کا ہے جہاں سے مسلمان پھیری والے بھی خرید کر شہر میں بیچا کرتے تھے۔ اسطرح دو تین آنے روز

کما کر بسر اوقات کر لیا کرتے تھے لیکن اب سنا گیا ہے کہ کارخانہ مذکور نے مسلمان پھیری
والوں کے ہاتھ قفلی کا فروخت کرنا بند کر دیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی وجہ مذموم تعصب
کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہندوستان میں عموماً ہندو دکاندار ہیں اور مسلمان گاہک خریدار
ان مسلمانوں ہی کی کمائی سے ہندو پیشہ ور اور اہل حرفہ متمول اور مالا مال ہو رہے ہیں۔
ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے تجارت وصنعت اور حرفت کی طرف باوجود بزرگان قوم
کی اس قدر چیخنے چلانے کے اب تک توجہ نہیں کی۔ حالانکہ قرآن مجید کی آئت اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ
نَجَسٌ کے مصداق اُن کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شئے کا خریدنا بھی ناجائز ہے۔ لیکن افسوس
ہے کہ مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیا لاہور کے اس ہندو کارخانہ سے
سوک پھیری والوں کو انہیں تنبیہہ نہ ہوگی۔ اور لیڈران قوم اپنی مذہبی ہدائت کے مطابق اپنی بہبودی
کی طرف متوجہ نہ ہونگے۔ اچھا ہوا کہ کارخانہ مذکور نے ان کو ایسا سبق دیا کیا لاہور کے
مسلمانوں میں کوئی شخص بھی سو سوا سو روپے کی قفلی کی مشین قومی ضروریات کے لئے
جاری نہیں کر سکتا۔ افسوس ہے کہ ہم ذرا ذرا سی باتوں کے لئے بھی غیر قوموں کے
محتاج ہو گئے ہیں۔ کاش اس اہانت انگیز سلوک سے مسلمانوں کو آئندہ کے لئے
کان ہو جائیں۔

# ایک وعظ کا نیک اثر

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝

مسلمانو! خدا کی بہت سی قدرتیں زمین و آسمان میں نمایاں ہیں۔ اور تم اُن پر گذرتے ہو۔
لیکن اُن کی طرف جھانکتے تک نہیں۔ ہر روز نئی تاریخ نیا تغیر نئے آثار نئے اثرات
کل یوم ھو فی شان ہر روز اسکی نئی شان نئی قدرتیں نئے مناظر۔ نئے مظاہر۔ ہندو
نئے نئے ہیں۔ مسلمان نئے نئے۔ تمہارے سامنے قومیں زیر و زبر ہو رہی ہیں۔ اور باہمی
کشمکش سے کائنات میں ایک انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ خود تمہاری قوم میں کس قدر
تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں تم تناہی سے بے نوائی تک پہنچ گئے۔ اور آج تمہاری
حالت اس قدر کمزور ہے کہ اپنے بستر کے سلوٹ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں نکال سکتے
اور بڑی پُر خطر بات یہ ہے کہ تم اپنے ضعف کی حالت کو دیکھتے تک نہیں اور نہ اپنی

قومی موت کے بواعث پر غور کرتے ہو۔ قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ
ومن عمی فعلیہا وما انا علیکم بحفیظ۔ رب نے تمکو دل کی آنکھیں دے رکھی ہیں جس
نے دیکھا اس نے اپنا ذاتی بھلا کیا۔ اور جس نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اُس نے
اپنا بُرا کیا۔ ایسے دیدہ و دانستہ اندھوں کی اللہ حفاظت نہیں کرتا۔ من کان فی ھذہ
اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی ایسے دل کے اندھے آخرت میں بھی اندھے اُٹھیں گے۔
مسلمانو! تم اپنے دوست دشمن کو کیوں نہیں پہچانتے۔ حالانکہ تم کو رب نے آنکھیں
ہی نہیں دیں بلکہ صاف صاف بتا دیا ہے کہ یہ دشمن ہیں یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا
بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔ مسلمانوں اپنے اغیار سے دوستی نہ کرو وہ تمہاری
تباہی میں کمی نہ کریںگے۔ ودوا ما عنتم تمہارے رنج کو وہ پسند کرتے ہیں قد بدت البغضاء
من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ بغض و عداوت اُن کے چہروں سے ٹپکتا ہے۔
اور جو اُن کے سینہ میں کینہ اور پاپ چھپا ہوا ہے۔ وہ تو بہت ہی بڑا ہے قد بینا لکم
الآیات ان کنتم تعقلون۔ ہم نے تم کو نشانیاں بتا دیں اگر تم سمجھو ھا انتم اولاء تحبون
ھم ولا یحبونکم ہیں۔ تم وہ لوگ ہو۔ کہ ان سے دوستی کرتے ہو۔ اور وہ تم سے دوستی
نہیں کرتے ان تمسسکم حسنۃ تسوءھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا اگر تم کو کامیابی
ہو تو اون کو رنج ہوتا ہے۔ اگر تم کو تکلیف ہو تو اونکو خوشی ہوتی ہے وان تصبروا وتتقوا
لا یضرکم کیدھم شیئا۔ اور اگر صبر و تقوے سے تم احکام الٰہی بجا لاتے رہو تو
ان کی شرارت سے تمہیں کچھ ضرر نہ ہوگا۔
جن لوگوں پر یہ آیات منطبق ہوں۔ اون کو پہچانو اور اُن سے اپنے بچاؤ کی تدبیر
کرو۔ اور اگر اس نازک حالت میں بھی ہوش و فکر نہ کروگے تو تمہاری حالت ان آیتوں
کے مطابق ثابت ہوگی۔ لھم قلوب لا یفقھون بہا تمہارے دل ہیں اور اُن سے
سمجھنے کا کام نہیں لیتے ولھم اعین لا یبصرون بہا تمہاری آنکھیں تو ہیں اُن سے
دیکھتے نہیں ولھم اذان لا یسمعون بہا کان ہیں لیکن سُنتے نہیں اولئک کالانعام
بل ھم اضل تم حیوان ہو بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔ درحقیقت جو لوگ اپنے دل و
دماغ اور اپنے علم و شعور سے اپنی اور اپنی قوم کی فلاح و نجاح کے وسائل مہیا
نہ کریں وہ تمام حیوانات سے بدتر ہیں ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

تمام حیوانات میں بدترین وہ گونگے بہرے ہیں۔ جو واقعات بدیہی میں بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ جانتے ہو حیوان کی کیا زندگی ہوتی ہے، وہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ چھکڑے کھینچتا ہے۔ چابک اور آر کھاتا ہے جب چاہا۔ اسکا آب ودانہ روک دیا۔ جب چاہا دیدیا نہ اُسکا کوئی وطن نہ دیس۔ ایسی ہی تمہاری زیست ہو بہو ہوتی جاتی ہے۔ دیکھو مشرقی بنگال میں بعض جگہ مسلمانوں نے ہندؤں کا کہنا نہ مانا تھا۔ ہندؤں نے اُنکا آب و دانہ روک دیا۔ اور یہ فرمان جاری کردیا۔ کہ کوئی بنیا اور دکاندار مسلمانوں کے ہاتھ کوئی شئے فروخت نہ کرے اگر وہاں مسلمانوں کی غلہ وغیرہ ضروریات زندگی کی دکانیں ہوتیں تو ہندو یہ فرمان جاری کرہی نہ سکتے۔

مثلاً یہ ہمارا شہر ہے یہاں ضروریاتِ زندگی کی مسلمانوں کی ایک بھی دکان نہیں اگر بازار والے نمک ہی روکدیں تو ہماری زندگی پھیکی ہوجاوے۔ اگر عید و شب برات کا سامان بند کردیں تو ہماری زندگی تلخ ہوجاوے اور حلوائے خوردن را روئے باید کی کہاوت پیش آوے۔ پس ہماری زندگی کے لوازمات اُن کے قبضہ میں ہیں۔ ایسی زندگی سے موت اچھی۔ ہم سے تو جنگل کے جانور ہی اچھے رہے۔ جنکی ضروریاتِ زندگی کو تو کوئی نہیں روکتا۔ آج تمام اقوام آزاد ہیں مگر ہم دلیے ہوئے ہیں ؎

بخشش کے مزے لوٹ چکا سارا زمانہ
محروم اگر ہیں تو فقط ایک ہمیں ہیں

مسلمانو! اس شہر میں نہ کوئی تمہاری دکان نہ کارخانہ۔ پس تم مثل حیوانوں کے بےوطن ہو۔ اور مثل حیوانوں کے دلیے ہوئے۔ اور مثل حیوانوں کے بےبصر کہ اس حالت پر غور نہیں کرتے۔ اور اولٰئک کالانعام کے مصداق ہو۔ حیوان کیطرح وہ جب چاہیں تمہارا علف علوفہ بند کرسکتے ہیں۔ لہذا تم بےوطن پردیسی ہو۔ تم خانہ بدوش ہو۔ تم سرکی باش ہو۔ یہ شہر اُن کا ہے جنکی یہاں ہر طرح کی دکانیں اور کارخانے ہیں۔ انہی کا یہ وطن اور انہی کی یہاں حقیت ہے۔ اگر تم کو وطنیت و حقیت کا دعوے ہے۔ تو آج ہی کم از کم ایک دکان شب برات کو تو کھلوا دو اور اتفاق کرو کہ سب مسلمان وہیں سے سودا خریدیں اور یاد رکھو کہ آئندہ تم کو کوئی موقعہ اور وقت پھر نہ ملیگا ؎

وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

فمن ابصر فلنفسہ و من عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ۔ جس نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا اُس کا بھلا ہوگا۔ اور جس نے آنکھ پر ٹھیکری باندھی اوسکا بُرا ہوگا۔ اور خدا اُس کی حفاظت نہیں کریگا۔

جب یہ وعظ ختم ہوگیا تو اُسی وقت حاضرین کے اتفاق سے کافی روپیہ جمع ہوگیا اور اس روپیہ سے ایک دکان شب برات کے سامان خوردنی کی کھولی گئی اور تجویز پایا کہ بتدریج ضروریات کی دکانیں کھولی جاویں۔ خدا کرے کہ اس مثال کی اور شہروں میں بھی پیروی ہو۔ (مولوی شمس الاسلام کیتھلی)

# تتمہ

یہ رسالہ چونکہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ مسلمان اپنی متفقہ کوشش سے غیر اقوام کی تجارت کو بائیکاٹ کرکے اپنی ضروریات کو خود باہم پہونچانے کی سعی بلیغ کریں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند ہدایات خرید و فروخت کے علاوہ ایسی بھی ضروری درج کردینی چاہئیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص اپنے پیسہ کی پوری حفاظت کرسکے۔ اور کسی سے خواہ وہ ہندو یا مسلمان نقصان اٹھانے سے بچے۔

(۱) اول اور سب سے ضروری ہدایت وہ ہے جس کا تذکرہ بارہا اس رسالہ میں آچکے گوشگذار کیا گیا ہے یعنے جو چیز تم کو کسی اپنے بھائی مسلمان کی دکان سے دستیاب ہوسکتی ہے کسی دوسری دکان سے مت خریدو۔

(۲) جو چیز تمکو اپنی دکان سے نہیں مل سکتی وہ ضرور دو قسم کی ہوگی (الف) وہ چیزیں جن کے نہ ملنے سے کسی کی جان ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ چونکہ یہ نہایت ضروری ہے اس لئے حسب اجازت قرآن کریم فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ۔ ایسی ضروری چیز ضرور غیر مسلم دوکاندار سے خرید کرلو اور اپنی حالت اضطرار

کو رفع کرو۔

(ب) وہ چیزیں جن کے نہ حاصل ہونے سے نہ جان پر مصائب طاری ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے اور نہ عزت و آبرو کے معرض خطر میں پڑنے کا خوف ہے۔ ایسی چیزیں اگر تم کو مسلمانوں کی دکانوں سے نہ ملیں تو آپ کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہارے پیسے بے فائدہ مصرف سے بچ رہینگے اور کسی سخت ضرورت کے موقعہ پر پاس رہ کر بہتر اور بڑھکر فائدہ دینگے۔ اسکی مثال تم کو اپنے ہندو ہمسائیوں سے ادنیٰ تامل سے مل سکتی ہے۔ ہندو لوگ مسلمانوں سے کسی قسم کی کھانے پینے کی چیز خرید کر نہیں کھاتے۔ اور نہ مفت لیکر اسکا استعمال کرسکتے ہیں۔ اگر مسلمان دکاندار ایک پیسے کی دہی ایک پاؤ پختہ اور ایک پیسے کی چار روٹیاں فروخت کرے تو بھی ہندو اوسے کبھی خرید کر نہ کھائیں گے۔ اور نہ خرید کرنے کا دل میں خیال تک آنے دینگے۔ اسی طرح ہم بھی جب تک اُن کے مقابلہ میں ایسا ہی عزم بالجزم نہ کرلینگے ہم کبھی میدان تجارت میں قدم نہیں بڑھا سکتے۔ اور نہ ہم متمدن اقوام میں شمار ہونے کے قابل ٹھیر ہوسکتے ہیں۔

(۳) جو چیز اپنے ملک کی تیارشدہ مل سکتی ہے اُسے چھوڑکر ممالکِ غیر کی چیزیں مت خریدو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو چیزیں غیر ملکوں سے بذریعہ مشین تیار ہوکر آتی ہیں خوبصورت بھی ہوتی ہیں اور ارزاں بھی مِل جاتی ہیں۔ مگر یہ خوبصورتی محض دہوکا ہی دہوکا ہوتا ہے۔ چند ہی دنوں کے بعد وہ نمایشی خوبصورتی ملیامیٹ ہوجاتی ہے۔ بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خوبصورتی نہایت بدصورتی سے متبدل ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ چند دنوں کے بعد ایسی بدنما چیز کو دیکھنے سے طبیعت منغض ہوجاتی ہے۔ اس لئے محض خوبصورتی اتنی مفید چیز نہیں ہے جسکی خاطر اپنے ملک کا روپیہ ممالک غیر کے نذر کیا جاوے اور اپنے دلیسی کاریگروں کو فاقہ مستی کے گرداب میں دہکیل کر ان کو بالکل تباہ کردیا جاوے۔

ہمدردانِ ملک! یہ ہمارے ملک کی حد درجہ کی بدنصیبی ہے کہ ممالک غیر کی ساختہ اشیاء نے ہماری ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی کو خطرناک حالت تک پہونچا دیا ہے۔ کام کرنیوالی قومیں اپنے پیشہ کی کسادبازاری دیکھکر اپنے قدیمی پیشوں کو ترک کرنے پر مجبور رہی ہیں۔ آئندہ نسلیں یورپ کی مصنوعات کے غلبہ میں آکر ہمیشہ کیواسطے

اپنے پیشوں سے دست بردار ہوتی نظر آتی ہیں۔ اگر اور چندے یہی حال رہا تو ہندوستان کے کروڑہا پیشہ ور انسان موت کو زندگی پر ترجیح دینے کیلئے تیار ہوجاوینگے اگر اس وقت ہمارے ہندوستانی بھائی اپنی ملکی مصنوعات کی ترویج پر کمربستہ ہوجائیں تو نہائت ہی قلیل عرصہ میں ہندوستان میں سب کچھ تیار ہوسکتا ہے۔

ہندوستان خام پیداوار کا معدن ہے جو چیزیں فرداً فرداً دنیا کے ہر ایک ملک میں کہیں کہیں دستیاب ہوتی ہیں۔ ہمارا بے نظیر ملک اُن تمام چیزوں کو اپنے ہی خزانہ سے نکالکر اپنے بچوں کی پرورش علی وجہ الکمال کرسکتا ہے۔ چمڑہ۔ رُوئی۔ ریشم۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا لوہا۔ گندم۔ سرسوں۔ تیل وغیرہ جمیع اجناس و معدنیات ہندوستان میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہماری اپنی پیداوار ممالکِ غیر میں جاکر نئی صورتیں بدلتی ہے۔ پھر ہمارے ملک میں آکر کم از کم دس گُنا داموں پر فروخت ہوتی ہے اگر ہم اپنی ضروریاتِ زندگی تمام اپنے ہی ملک سے بہم پہونچانے کا بندوبست کرلیں۔ جو ادنےٰ توجہ او معمولی کوشش سے سب کچھ کرسکتے ہیں تو پھر نہ ہمارا روپیہ ہماری جیبوں سے نکلکر ہم کو مفلس و قلاش بنائیگا۔ اور نہ ہمارے پیشہ ور بھائی یوں مارے مارے پھرینگے۔ ہرچند اس وقت ہندوستان میں معدودے چند کارخانہ قائم ہوکر اپنے ملک کی خدمت کررہے ہیں مگر ہم کو جسقدر ضرورت ہے اس کو اگر خیال کیا جاوے تو ہنوز یہ سب کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔

پس آپ اگر آج سے یہ عہد کرلیں کہ ہم اپنی ضروریات زندگی اپنے ہی ملک سے بہم پہونچائینگے۔ اور اپنی دیسی ساختہ اشیاء کو چھوڑ کر ممالکِ غیر کی طرف خیال بھی نہ کرینگے تو یہ عزم بالجزم پانچ دس سال میں ملک میں اپنی مصنوعات کے چشمے ہر طرف جاری کرسکتا ہے۔ اس وقت بھی ہماری دیسی چیزیں گو ولایتی کے مقابلہ میں خوبصورت نہ ہوں مگر پائداری میں بدرجہا بڑھکر ہیں اور اگر ہم انکی قدر کریں تو خوبصورت بھی تیار ہوسکتی ہیں ؎

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

درحقیقت ہمارے ملک کا مذاق بگڑا ہوا ہے ورنہ محض خوبصورتی اور چمک دمک ایسی چیز نہیں جسپر کوئی عقلمند اور دُور اندیش انسان فریفتہ ہوسکے۔ یورپ کے مقلد

اور تہذیب یورپ کے دلدادہ بھی اس بارے میں سخت غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ انگریز جنٹلمین اور انکی لیڈیاں بلاشبہ قیمتی ملبوسات سے پیراستہ ہوتی ہیں۔ مگر ان کے لباس میں بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ مضبوط اور پائدار ہوتے ہیں۔ سوتی ململ کا ان میں رواج تک نہیں۔ ریشمی ململیں اور لٹھے اُن کے نزدیک ناقابل استعمال کپڑے ہیں۔ آجتک آپنے کسی لیڈی یا جنٹلمین کو سوتی ململ ریشمی ململ۔ ریشمی لٹھے گلبدن۔ کمخواب۔ زردوز۔ دریائی۔ کناویز۔ ریشمی سٹین یہانتک کہ مخمل وغیرہ پہنے ہوئے کم دیکھا ہوگا۔ کوئی زمانہ تھا کہ ایسے کپڑے بازاری عورتیں استعمال کرتی تھیں اور نہایت رذیل پیشہ لوگ ان کے ذریعہ مصنوعی عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ پس اگر آپ کو خدا داد عزت حاصل نہیں تو خارجی اور مصنوعی عزت تمکو ہرگز فائدہ نہیں پہونچا سکتی اگر خدا نے تمکو عزت دی ہے اور حقیقی شرافت سے نصیبۂ وافرہ آپ کو مرحمت ہوا ہے تو دیسی پوشاک اور سادہ لباس تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے محض لباس فاخرہ میں شرافت اور عزت کو تلاش مت کرو۔

(۴) حتی المقدور غیر ضروری اشیاء کے خریدنے سے بچو اور اپنے خویش و اقارب دوست و آشنا کو ان سے بچنے کی ترغیب دو۔ تمام وہ چیزیں جن کے نہ میسر آنے سے بھی انسان چندروزہ زندگی عزت کے ساتھ بسر کرسکتا ہے۔ بلاشبہ غیر ضروری ہیں۔ ہر قسم کے زیورات۔ گوٹہ کناری۔ زردوزی۔ چکن دوزی اور کمخواب وغیرہ اشیاء بالکل ناقابل استعمال چیزیں ہیں۔ جو کچھ ان پر صرف ہوتا ہے سب رائیگان جاتا ہے بڑھتی ہوئی دولت کا نقصان جس قدر ایسی چیزوں کے استعمال سے ہوتا ہے اور کوئی چیز ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی یہی وجہ ہے کہ متمدن ممالک میں ایسی چیزوں کا وجود عدم کے برابر پایا جاتا ہے۔

زیورات کے استعمال میں جسقدر نقصان ہیں۔ وہ آپ کو ذیل کی ایک معمولی مثال سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ فرض کرو آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کے واسطے ایک ہزار روپیہ کا زیور تیار کرایا ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ دس سال کے عرصہ میں دو چار دفعہ اس کو زرگر کی دکان نہ دکھائیں پھر یہ غیر ممکن ہے۔ کہ زرگر کے ہاں دو چار دفعہ زیور جائیں مگر آپ اسپر کچھ اور خرچ نہ کریں۔ اس لئے یہ یقینی ہے کہ جتنی دفعہ آپ

زرگر کے پاس زیور لیجائیں گے علیٰ قدر حیثیت ضرور اسپر کچھ نہ کچھ صرف کرینگے اور اگر پورے دس سال کے بعد آپ انکو فروخت کرینگے۔ تو غالباً پورے ہزار روپیہ کا پانچ چھ سو رہ جائیگا۔ اس کے برخلاف اگر یہہ روپیہ کسی تجارت پر لگایا یا ہوتا یا کوئی جائداد گروی رکھ لی ہوتی تو کم ازکم دس روپیہ ماہوار آمدنی کے حساب سے دس سال میں یہ دس سو روپیہ بائیس سو روپیہ تک ضرور پہونچ جاتا۔ مگر اب بائیس سو روپیہ صرف پانچ چھ سو روپیہ رہ گیا ہے گویا زیورات کی بدولت آپکو صرف دس سال میں سولہ سترہ سو روپیہ کا نقصان پہونچا۔ زن مریدوں کو چھوڑ دو۔ ایسے خنثی صفت جوان نہ اپنی ذات کے لئے مفید ہوسکتے ہیں اور نہ قوم کو ان سے کوئی معتدبہ فیض پہنچ سکتا ہے۔ ہمارا روئے سخن یہاں دردِ دل رکھنے والے احباب سے ہے جو بوجہ عدم واقفیت ایسی غلط فہمیوں میں مبتلا چلے آتے ہیں۔ یہی وہ باہمت لوگ ہیں جو نیک و بد کی تمیز پاکر برائیوں سے نہ صرف خود بچے رہتے ہیں بلکہ حتے المقدور اپنے بھولے بھالے اور بے خبر بھائیوں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دیا کرتے ہیں۔ ایسے نیک انسان قوم میں نیک مثال قائم کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے واسطے اپنا نیک نام چھوڑ جاتے ہیں۔

جو لوگ زیورات میں عزت تلاش کرتے ہیں اور زیورات ہی کو شرافت و رذالت کا معیار قرار دیتے ہیں وہ بھی سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ شرافت سے نیک اطواری خجستہ کرداری مراد ہے۔ نہ سونا چاندی کے زیورات کی کثرت بہت سے لوگ ایسے آپکو نظر آئیں گے جن کے متعدد مکانات ہیں بیسیوں نوکر ہیں۔ لاکھوں کی سالانہ آمدنی ہے۔ اُن کی عورتیں زیوروں سے لدی ہوئی ہیں مگر نہ قوم میں اُنکی عزت ہے اور نہ معاصروں میں کوئی انکی عزت کی آرزو کرتا ہے اس سے بھی زیادہ وضاحت کیساتھ اسکو سمجھنا چاہتے ہو تو بازاری عورتوں کی سجاوٹ و بناوٹ اور زیبائش و آرائش کا نقشہ دماغ میں کھینچو۔ ادنیٰ تامل سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ بازاری عورت خواہ ہزاروں روپیہ کے زیورات سے آراستہ اور سینکڑوں روپیہ کے ملبوسات سے پیراستہ ہوں۔ مگر ایک شریفہ عفیفہ صاحب سلیقہ اور دیندار مگر غریب

اور حرفت پیشہ عورت کے سامنے اس کی کچھ عزت نہیں۔ پہلی عورت کو سر بازار جوتے پڑیں اسکو علی الاعلان فحش اور بے نقط گالیاں دی جائیں۔ اسکی کوئی داد و فریاد نہ ہوگی۔ مگر دوسری عورت باوجود غریب ہونے کے ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس سے ویسا سلوک کرے یا کر سکے اور اگر احیاناً ایسا واقعہ وقوع پذیر ہو جائے تو مجھے پورا یقین ہے کہ بہت سے نیکدل انسان اس کی حمایت کے واسطے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور اسکی آبرو کے بچانے میں ہر ممکن طریق سے کام لیکر اپنی غیرت کا ثبوت دینگے اور اسکی عفت و عصمت کی داد دیکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہونگے۔

یہ تمام خرابیاں جو زیورات کی بدولت ہندوستان میں عام پھیل گئی ہیں۔ اس کی اصلاح بہت سخت مشکل نظر آتی ہے۔ زیادہ تر اس وجہ سے کہ ملک مفید علوم اور فنون اور اس کے برکات سے اس وقت تک بالکل تہی دست ہے۔ جوں جوں علوم و فنون کے چشمے ابل کر ملک کو سیراب کرتے جائیں گے توں توں یہاں کی تمام رسوم بد اور ضرر رساں رواجوں سے عامہ خلائق دست بردار ہوتے جائیں گے۔

اہل یورپ جن کی مادی ترقی نے تمام ربع مسکون کو ان کے آگے سرنگوں کر دیا ہے اس بات پر متفق ہیں اور ان کا یہ عام مقولہ ہے کہ جس ملک میں زرگر زیادہ ہوں اور لوہار کم۔ سمجھ لو کہ وہ احمقوں اور بے سمجھوں کا ملک ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کام دینے والی اور انسان کو معراج ترقی پر پہونچانے والی دولت کو برمحل اور صحیح مصرفوں پر خرچ کرنا نہیں جانتے۔ اگر سونا چاندی محض آرائش کی چیز ہوتا تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ جہاں سے ہر سال کروڑوں روپیہ کا چاندی سونا ہندوستان میں آتا ہے وہاں کے باشندے سونے چاندی کے زیورات کے بدرجہ غائت نہ صرف شائق ہوتے بلکہ بھاری بھاری زیورات پہنکر بالکل اپاہج اور نکمّے ہو جاتے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ وہاں کے باشندے سونا چاندی کو محض تجارت کی چیز سمجھتے ہیں جن جن ممالک میں ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ روانہ کرتے ہیں۔ اور اس کے منافع سے عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ صرف ہندوستان ہی بدنصیب ملک ہے جس کے باشندے زیورات کی قربانگاہ پر ہر سال کروڑوں روپیہ کا سونا چاندی قربان کر کے مٹی میں ملا دیتے ہیں۔

زیورات سے جسقدر نقصان جانی اور مالی پہونچتا ہے ۔ وہ حیطۂ تحریر و تقریر سے خارج ہے ہر روز اس کی بدولت بے شمار جانوں کو ملک عدم کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے سینکڑوں معصوم بچے ہر سال اس دشمن جان ستان کے ذریعہ سے اپنے والدین کو داغ مفارقت دیکر دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں ۔ اگر زیورات کا عام رواج نہ ہوتا ۔ تو یجذا چوری اور ڈاکہ زنی کی جس قدر واردات ہندوستان میں ہوتی ہیں ان کا عشر عشیر بھی دیکھنے میں نہ آتیں ۔

بہت لوگ جو زیور گروی رکھکر اپنی حاجت برآری کر لینے کے عادی ہیں وہ بھی بسا اوقات اپنے زیور سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ۔ ہمارے محلہ میں ایک ہندو دکاندار زیور گروی رکھکر مسلمانوں کو روپیہ دیا کرتا تھا ۔ اس لین دین کے باعث مسلمانوں کا ہزاروں روپیہ کا زیور اس کے پاس جمع رہتا ۔ ایک دفعہ اُس نے خود اپنے مکان کو نقب لگا کر پولیس میں رپورٹ لکھوا دی کہ میری چوری ہوگئی ہے ۔ پولیس کی تفتیش سے اسکو یہ فائدہ ہوا کہ وہ تمام زیور ہضم کر گیا ۔ اسی طرح ایک اور دکاندار جو زیور گروی رکھنے کا کاروبار کیا کرتا تھا مرگ مفاجات کی لپیٹ میں آکر چل بسا ۔ ہمارے ایک معزز دوست کی معرفت اس کے پاس قریبًا سات سو روپیہ کا زیور تھا ۔ اُس کے متعلقین سے زیور طلب کیا گیا مگر اُنھوں نے اس معاملہ سے قطعًا لاعلمی کا اظہار کیا ۔ عدالت تک نوبت پہونچی ۔ چونکہ دوسرے فریق کے پاس تحریری ثبوت کوئی نہیں تھا ۔ اس لئے اسکو پورے سات سو کا نقصان برداشت کرنا پڑا ۔ اسی طرح اور سینکڑوں واقعات ہر روز دیکھنے میں آیا کرتے ہیں ۔ جن میں صرف مسلمانوں کو نقصان پہونچتا ہے ۔ اول تو قرض اٹھانا ہزار خرابیوں سے بڑھکر ایک خرابی ہے ۔ اس پر زیور گروی رکھکر قرض لینا اُس سے بھی بُرا ہے ۔ ایسی حالت میں زیور کا فروخت کردینا ہی بہتر ہے ۔ ایک طرف سُود کی کشمکش سے خلاصی اور دوسری طرف ضائع ہونے کے احتمال سے بے خوفی ۔

پس اے ہمدردانِ ملت بجہانتک ہوسکے زیورات کی رسم بد سے قوم کو بچائیں ۔ اس وقت اسلام اور اسلام کے غاشیہ دار نہایت خوفناک خطرے میں مبتلا ہیں ۔ ہم کو صرف روپیہ کی ضرورت ہے یہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جسکی بدولت آج یورپ تمام دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے ۔ دنیا کا کوئی کام روپیہ کے بغیر نہیں چل سکتا ۔ ترکوں اور ایرانیوں کے پاس اگر کافی

روپیہ ہوتا تو آج انکو وہ زخم چشم نہ اٹھانا پڑتا جس نے ان دونوں کی ہستی کو معرض خطر میں ڈالدیا ہے۔ ہماری قومی درسگاہیں اسی کے عدم وجود سے نامکمل حالت میں پڑی ہوئی ہمارے افلاس کا اظہار کررہی ہیں۔ روپیہ کی کمی نے تجارت وصنعت کے تمام شعبہ ہمارے واسطے مسدود کردیئے ہیں۔ غرض روپیہ کی احتیاج نے ہمکو وہ نقصان پہونچایا ہے کہ اگر آج ہم سنبھل بھی جائیں تو اس کی تلافی شاید صدیوں تک بھی ہم سے نہ ہوسکے گی۔ اسی روپیہ کی قلت نے ہمارے بچّوں کو اعلیٰ تعلیم سے مایوس کردیا ہے۔

غرض اسوقت ہر بہی خواہ اسلام پر فرض ہے کہ وہ زیوروں کو اپنی عزت اور اپنی ملت کی عظمت پر تصدق کرے۔ شائد ہم پھر وہ دن دیکھ سکیں جو خواب میں بھی دیکھنے ناممکن ہوگئے ہیں۔

(۵) بے فائدہ اور بیہودہ طور پر روپیہ مت برباد کرو۔ اس وقت شادی غمی کی تقریبوں پر جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اور جس بے دردی سے ان مواقع پر اسراف وتبذیر کا تماشہ نظر آتا ہے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا احساس رکھنے والے دل بلاشبہ پاش پاش ہوجاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر جو کچھ ہوتا ہے محض نام ونمود کی غرض سے ہوتا ہے۔ پھر یہ نام ونمود بھی جبکہ اصلی حالت آشکارا ہوجاتی ہے بالکل برباد اور تمام کیا کرایا اکارت جاتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ مسلمان کہلاکر بیاہ شادیوں کے باقی امور میں اُسوہ حسنہ کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ جان بوجھکر جسطرح بھی بن پڑتا ہے۔ اسکی مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ برائے نام خطبہ خوانی کی سردردی مول لیتے ہیں۔ رسوم اسلامیہ کو جو لوگ اپنے کسر شان یا ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ ایسے نام نہاد مسلمان کیوں شریعت اسلام کا جوا اپنی گردن سے اُتار کر پھینک نہیں دیتے۔ کیوں خواہ مخواہ مخالفین اسلام کو ہنسی کا موقع دیتے ہیں۔ اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ اخیر میں خود بھی ان رسوم قبیحہ کے مہلک اثرات سے تباہ ہوکر کہیں کے نہیں رہتے۔

ذیل میں ہم خوشی کی چند تقریبوں کا نقشہ پیش کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہر شخص تباہی وبربادی سے بچکر اور حدود شرعیہ کے اندر رہکر حقیقی خوشی سے بھی بہرہ ور ہوسکتا ہے۔

**پیدائش** | بچّوں کی پیدائش کے وقت شارع علیہ السلام نے صرف اسقدر ارشاد

فرمایا ہے کہ اول نہلا دھلا کر داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جاوے۔ گھر کا کوئی مرد با وضو ہو کر اذان و تکبیر کی سنت پوری کر سکتا ہے کسی مولوی ملاں کے بلانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ کسی متقی خدا رسیدہ بزرگ سے چھوہارا چبوا کر تھوڑا سا بچے کے تالو سے لگوا دیا جاوے۔ اس موقعہ پر باقی جو کچھ ہوتا ہے سب فضول ہے۔

**عقیقہ** اچھا نام رکھنا اور عقیقہ کرنا سنت ہے۔ عقیقہ کے روز لڑکے کے واسطے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا ذبح کرنا اگر وسعت ہو تو پکا کر ورنہ کچا گوشت تقسیم کرنا۔ لڑکے کا سر منڈوا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی مساکین کو دینا بھی آداب مسنونہ میں سے ہے۔ باقی جو کچھ اس موقعہ پر ہوتا ہے سنت کے خلاف اور فضول ہے سر منڈاتے وقت اگر ختنہ بھی ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔

**ختنہ** ختنہ کرانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ہمارے پیغمبر صلعم کا طریقہ مرضیہ ہے مگر اس تقریب پر جو کچھ ہوتا ہے یعنی برادری کا جمع ہونا۔ دعوت کا اہتمام کرنا۔ باجے بجانا۔ مہندی لگانا۔ سہرا باندھنا سب خلاف سنت اور ممنوع امور ہیں۔ ختنے کے متعلق رحمت المہداۃ میں حسن سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کو کسی نے دعوت ختنہ میں بلایا۔ آپنے شمولیت سے انکار کر دیا جب اسکی وجہ پوچھی گئی تو آپنے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں نہ ہم کسی ختنہ میں جاتے اور نہ ہمکو کوئی بلاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ختنہ کرنا کرانا ایک معمولی فعل سمجھا جاتا تھا آجکل کیطرح کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ یوم پیدائش سے ہفتہ دو ہفتہ کے اندر سنت ختنہ سے بھی فارغ ہو جائے۔ اس میں بچے کو بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ کچا ماس چند دنوں میں اچھا ہو جاتا ہے۔

**منگنی** منگنی کی رسم منجملہ مخترعات اہل ہنود ہے۔ اسوۂ حسنہ میں کہیں اس کا نام نشان بھی نظر نہیں آتا۔ البتہ اپنی مخطوبہ کو قبل از نکاح برائے العین دیکھ لینا مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ جسکو اس زمانہ کے مسلمان معیوب جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

**شادی** کی رسم جسطرح اسوقت مسلمانوں میں ادا ہوتی ہے۔ اسکو اگر خانہ بربادی کہیں تو ہرگز بیجا نہ ہوگا۔ بیاہ شادی پر جن رسوم قبیحہ کا اظہار ہوتا ہے پناہ بخدا۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے سینکڑوں معزز خاندان ان رسوم کفریہ کی بدولت

خاک نشین ہوگئے۔ خاندانی رسم ورواج میں پھنسکر دنیا و دین دونوں سے ہاتھ دہوکر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور اپنی نازپروردہ اولاد کو ناقابل بیان آلام ومصائب میں چھوڑ گئے۔ آنحضرت صلعم نے بیاہ شادی کی تقریبوں پہ بہ نفس نفیس جو خود کیا اور کر دکھلا صحابہ کرام نے اس موقعہ پر جو کچھ کیا۔ اس کے واسطے بطور نمونہ حضرت خاتون جنت فاطمة الزہرا کی شادی کا مختصر تذکرہ کردینا کافی ہے۔ عاشقان سنت نبوی سے امید ہے کہ وہ دل وجان سے اس مثال سے نور ایمان حاصل کرینگے۔ اور اپنی آبائی رسوم سے دست بردار ہو کر اپنے سچے مسلمان ہونیکا ثبوت دینگے۔ کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمة الزہرا کی عمر پندرہ سال سے متجاوز ہوگئی تو حضور صلعم کی خدمت میں اس دولت عظمٰی کے حصول کے واسطے پیغام آنے شروع ہوگئے۔ بالآخر حضرت علیؓ نے بھی اپنے متعلقین کی ترغیب سے خود بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر زبانی اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی درخواست کو منظور فرمایا۔ اتفاقاً حضرت انسؓ دربار نبوی میں موجود تھے حضورؐ نے اون کو بھیجکر حضرت صدیق اکبرؓ۔ فاروق اعظمؓ۔ ذوالنورینؓ۔ زبیرؓ طلحہؓ اور چند کس انصار کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ سب حضرات حاضر ہوگئے۔ تو آنحضرت صلعم نے کھڑے ہوکر نہایت ہی مؤثر خطبہ پڑھا۔ ۱۲۔ اوقیہ یعنی ڈیڑھ سو روپیہ مروجہ مہر پر ایجاب قبول کرایا۔ پھر بعد فراغت حضورؐ نے کھجوروں کا بھرا ہوا مجمہ بکھیر دیا۔ نکاح خوانی کی مجلس برخواست ہوگئی۔ گھر پہونچکر حضرتؐ نے بی بی فاطمہ کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیجدیا۔ جہیز میں چادر یمانی۔ نہالی (۲)۔ گدیلے (۳)۔ چاندی کے بازو بند (۴)۔ تکیہ (۱)۔ کملی (۱)۔ پیالہ (۱) شکیزہ (۱)۔ چکی (۱)۔ گھڑا (۱)۔ پلنگ (۱) دیئے گئے۔ جب حضرت فاطمہ گھر پہونچ گئیں۔ تو اسی دن بعد نماز عشا حضرت صلعم بھی حضرت علیؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔ بی بی فاطمہؓ سے پانی طلب فرمایا۔ بی بی صاحبہ ایک چوبی پیالہ میں پانی لائیں۔ جناب نے معوذتین پڑھکر اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور بی بی فاطمہ کو فرمایا منہ ادہر کرو۔ حضورؐ نے اس کے سر وسینہ مبارک پر اوس پانی کے چھینٹے دیئے اور دعا کی کہ الٰہی اسکو اور اسکی اولاد کو شیطان الرجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تم اپنی پشت میری طرف کرو۔ جنابؐ نے اون سے بھی یہی سلوک کیا۔ مگر اون کی پشت پر پانی نہیں چھڑکا۔ پھر فرمایا کہ بسم اللہ خیر و برکت کے ساتھ اپنے گھر جاؤ اور آرام کرو۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے

دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ اس دعوت میں کچھ جَو، کھجوریں اور مالیدہ مہیا کیے گئے اور بس
حضرت فاطمۃ الزہرؓ کی بابرکت شادی کی مختصر روداد سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) زمانہ نبوۃ میں منگنی کا رواج نہیں۔ بات چیت اور دیکھ بھال کے بعد نکاح ہو جایا کرتا۔ آجکل منگنی کے موقعہ پر جسقدر رسوم ہیں اور جتنی دولت ان رسوم کی نذر ہوتی ہے اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے۔ بلاشبہ یہ اہل ہنود کی رسوم میں سے ہے۔

(۲) لڑکی جب حد بلوغ کو پہونچ جائے۔ فوراً اسکا نکاح کردینا چاہیئے۔ بلوغ کے بعد لڑکیوں کا گھر میں رکھنا بسا اوقات نہایت ہی شرمناک اور حیا سوز واقعات کا موجب ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ لڑکا لڑکی سے کسی قدر بڑا ہو۔ (۳) مجلس میں خویش واقربا اور خاص احباب بروقت بلا تکلف و بلا تردد حاضر مجلس ہوسکیں جمع ہونا ضروری ہے تاکہ اون میں اعلان نکاح بخوبی ہوجائے۔ خاص اہتمام کے ساتھ صدہا لوگوں کو ہمراہ لیکر دلہن کے گھر جانا۔ پھر دلہن والوں کا اس برات کے واسطے ایک پرتکلف دعوت کا انتظام کرنا نہ صرف خلاف سنت ہے بلکہ بعض دفعہ ظلم عظیم کا حکم رکھتا ہے۔ خصوصاً جبکہ دلہن والے محض اپنے ناک رکھنے کے خیال سے ایسی دعوت دیں۔ شرعاً یہ دعوت بالکل ناجائز ہے۔ (۴) والد کی موجودگی میں خواہ مخواہ کسی کو وکیل کسی کو ولی مقرر کرنا خلاف سنت اور قابل مضحکہ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ (۵) نکاح کی حیثیت اور منکوحہ کی شخصیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا خلاف سنت بھی ہے اور موجب قباحت بھی۔ اگر مہر کی زیادتی باعث عزت یا وجہ ثواب و تقوی ہوتی۔ تو رسول اکرم صلعم اس میں قابل امتیاز سبقت فرماتے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اپنی بی بیوں اور صاحبزادیوں کا مہر ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ کبھی مقرر نہیں فرمایا۔ جو لوگ محض فخریہ طور پر اپنی حیثیت اور وسعت سے متجاوز ہوکر مہر مقرر کرتے ہیں۔ ایسا مہر خلاف سنت حرام بلکہ عواقب کے لحاظ سے خرابی بسیار کا پیش خیمہ ہے۔ اکابر قوم کو ضرور اسکا خیال رکھنا چاہیئے۔ (۶) نکاح خوانی کی مجلس میں صرف کھجوروں کا تقسیم کرنا یا کھیرنا فعل سنت ہے۔ جو لوگ اس موقعہ پر انواع اقسام کی مٹھائیاں۔ بادام۔ کھوپے وغیرہ کے خوان دیکر ہمراہ لے جاتے ہیں۔ ان کو حضرت فاطمۃ الزہرا کی مجلس نکاح کا واقعہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اور اس اسراف و تبذیر سے بچنا چاہیئے۔ برات بنا کر سینکڑوں لو

آدمیوں کو ہمراہ لے جانا۔ آتش بازی۔ انگریزی اور دیسی باجوں اور گیس وغیرہ کی روشنی پر سینکڑوں روپیہ کا صرف کرنا حرام اور باعث ہلاکت اور رسم کفار میں داخل ہے مسلمانوں کو ان افلاس و نکبت کے اسباب سے بچنا چاہیئے۔ علی ہذا القیاس۔ سہرا باندھنا۔ مہندی لگانا۔ گانا باندھنا۔ خواہ مخواہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانا بھی تشبہ بالکفار میں داخل ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس موقعہ پر خاندان کے تمام معزز بزرگ تو پیدل چلتے ہیں اور دولہا صاحب ایک آراستہ پیراستہ کرایہ کے گھوڑے پر رانی خاں کے سالے بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اگرچہ بے غیرت بزرگ خود محسوس نہ کرتے ہوں۔ مگر من وجہ اس میں بزرگوں کی بے ادبی اور ہتک ضرور ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا من لم یکرم کبیرنا و لم یرحم صغیرنا فلیس منا۔ جو شخص اپنے سے بڑے کی عزت نہ کرے اور اپنے سے چھوٹے پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں" مقدس اسلام ایسے بیہودہ رسم و رواج کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ (۷) لڑکی کو رخصت کرنیکا طریقہ جو اس وقت مروج ہے بالکل رسم کفار سے مشابہت تامہ رکھتا ہے۔ کلمہ گو مسلمان کو اسلام کا سیدھا سادا طریقہ جو حضرت فاطمۃ الزہرا کی رخصت کے بیان میں دکھلایا گیا ہے۔ کافی و وافی ہے۔ اس موقعہ پر روپے پیسے دولھے کے اوپر نچھاور کرنا۔ باجے بجانا۔ سامان جہیز کو اس طریق پر لیجانا۔ جس سے شہرت تفاخر کا اظہار منظور ہو۔ سب سنت خیر البشر کے خلاف ہونے کیوجہ سے مردود ہے (۸) اسباب جہیز میں حیثیت اور وسعت سے تجاوز کرنا سخت بے عقلی ناعاقبت اندیشی اور گناہ بھی ہے۔ قرض لیکر بھاری جہیز کا مہیا کرنا۔ دوسری اولاد کے حقوق کو نظر انداز کرنا شارع علیہ السلام کے احکام کے خلاف ہے۔ اچھا جہیز وہ ہے جس میں تکلف نہ ہو۔ بلا تکلف جو وقت پر میسر ہو جاوے۔ ضروریات زندگی کا کفیل بھی ہو۔ افراط تفریط سے خالی ہو۔ وہی جہیز مناسب ہے (۹) دعوت ولیمہ سنت ہے مگر یہ سنت جب ہی ادا ہو سکتی ہے جبمیں نہ نام و نمود مد نظر ہو اور نہ تکلفات لایعنی میں پائے جائیں۔ اپنی وسعت و مقدرت سے متجاوز نہ ہو۔ قرض لیکر عالیشان دعوت ولیمہ کا اہتمام کرنا جس کے باعث آخر میں بدنامی۔ رسوائی اور تباہی ہو عقلاً نقلاً ہر طرح ناجائز بلکہ حرام ہے۔ (۱۰) بیاہ شادی کی مذکورہ بالا تقریبوں پر جو لوگ عمداً اسوۂ حسنہ سے روگردانی کے مرتکب ہوں۔ بطیب خاطر افعال کفریہ۔ کردار شرکیہ کو اختیار کریں

حدود الٰہی کی پرواہ نہ کریں۔ علماء پر فرض ہے کہ ایسی خلاف شرع تقریبوں میں شامل نہوں
عاشقان سنت نبویہ پر واجب ہے کہ ایسی مجالس قبیحہ کی شمولیت سے بچیں فلا تقعد بعد
الذکریٰ مع القوم الظلمین پر عمل کریں۔ بجذا اگر مسلمان تمام آبائی رسم ورواج کو چھوڑ کر
ایک سچے مسلمان اور پکے دیندار کی طرح سنت نبوی کے مطابق تمام تقریبوں کو انجام
دیں۔ نام ونمود اور جھوٹی شیخی کو چھوڑ دیں۔ اگر کوئی بندہ نفس۔ بے دین۔ دنیا پرست۔
کمینے دشمن اسلام انکو لعنت وملامت بھی کرے تو اون کے طعن وتشنیع کا خیال نہ کریں۔
تو یہ تمام مصائب ونوائب۔ نکبت وافلاس۔ فقر وفاقہ جس نے مسلمانوں کو اقوام عالم کی
نظر میں ذلیل کردیا ہے۔ دین دنیا دونوں تباہ کر بیٹھے ہیں۔ چند دنوں میں نیست ونابود
ہو جائیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حرام میں شفا نہیں ہوتی۔ اور نہ خلاف سنت
طریقوں میں خیر وبرکت ہوتی ہے آپ نے اسلام کو بدنام کرنے والوں کے حق میں بددعا
فرمائی اللھم اخذل من خذل دین محمد صلعم الٰہی جو لوگ طریقہ نبویہ کی تخریب کے
درپے رہتے ہیں۔ اون کو ذلیل وخوار کر۔ وانصر من نصر دین محمد صلعم الٰہی جو لوگ
اس طریقہ مرضیہ کی احیاء کے واسطے سعی وکوشش کرتے ہیں۔ اونکی مدد کر۔ آمین ﴿

## غمی کی تقریب

جسطرح بھولے بھالے سیدھے سادے شریعت اسلام سے ناوا قف مسلمانوں نے خوشی کی مختلف تقریبوں میں انواع واقسام کی بدعات
سیہ اور رسوم قبیحہ اختیار کرکے خود اپنی تباہی کے سامان اور بربادی کے اسباب پیدا کر لئے ہیں
بالکل اسی طرح غمی کی تقریب بھی ایجاد بندہ سے نہیں بچ سکی۔ درحقیقت یہ علماء دین کا فرض
تھا کہ ان رسوم قبیحہ کے قلع وقمع کرنے کے لئے خاص جد وجہد کرتے۔ انکا کوئی وعظ۔ کوئی
خطبہ۔ اصلاح الرسوم کے تذکروں سے خالی نہوتا مگر افسوس کہ ع

کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

چونکہ علماء نے اپنے فرض منصبی کو پورا نہیں کیا اس لئے ہر سعید الفطرت سلیم القلب اور
روشن دماغ مسلمان پر فرض ہے۔ کہ وہ خود ان رسوم مہلکہ سے بچے اور اپنے جاہل بھائیوں کو
ان سے بچائے۔ سنت نبوی کا احیاء کرے تاکہ سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہو۔
ذیل میں غمی کی تقریب پر جو رسوم قبیحہ عمل میں آتی ہیں۔ مختصر طور پر درج کرتے ہیں:۔
(۱) جب کوئی مرجاوے تو مناسب ہے۔ کہ اسکی تجہیز وتکفین کا جلدی انتظام کریں اور

حتی المقدور قبرستان لیجاوے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنازے کے لیجانے میں دیر مت کرو۔ کسی عزیز و قریب کے انتظار میں تکفین و تدفین میں دیر کرنا ارشاد نبوی کی مخالفت کا ارتکاب ہے۔ اسلئے اس سے بچنا چاہیئے (۲) تکفین میں ستر عورت سے زیادہ کپڑا استعمال کرنا مثلاً پائجامہ۔ عمامہ۔ کفنی۔ اور جائے نماز۔ اوپر کی چادر۔ یہ سب کپڑے کفن مسنونہ سے خارج ہیں۔ لہذا ناجائز اور رسوم قبیحہ میں شامل ہیں۔ پورے جوان آدمی کے واسطے ۱۳۔گز لٹھہ کافی ہو سکتا ہے۔ اس سے جس قدر کم و بیش ہوگا افراط و تفریط میں آجائیگا۔ اگر ذرا غور سے دیکھو تو سوائے ناموری اور نکمی شیخی و شہرت کے اور اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ شہداء کو انہیں کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ کیا اس سے ان کے مراتب میں کوئی فرق آجاتا ہے، اگر مرنے والا اپنے ہمراہ اعمال صالحہ کا کافی ذخیرہ لیگیا ہے تو پھر اسکو تمہارے بیہودہ اسراف کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر اوس کے اعمال غیر صالح ہیں۔ تو ان بے جا تکلفات سے مُردے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ (۳) جنازہ جب گھر سے نکلتا ہے تو اہل میت روٹیاں۔ اناج کلچے۔ اور پیسے اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں اور وہاں جو غرباء مساکین اور فقیر جمع ہوتے ہیں۔ اون میں تقسیم کرتے ہیں۔ چونکہ اس رواج میں بھی ناموری اور شہرت پرستی مد نظر ہوتی ہے۔ لہذا شرعاً گناہ در مذموم ہے۔ ممکن ہے قبرستان میں بھی مستحق خیرات ہوں۔ مگر ان مواقع پر غیر مستحق بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ ادھر نیت بھی بالخیر نہیں ہوتی۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ گھر میں باطمینان بیٹھکر اور سوچ سمجھکر اپنے خویش و اقربا میں۔ ہمسایوں میں دوستوں میں جنکو مستحق سمجھیں خفیہ طور پر انکو دیدیں۔ اگر نیت بالخیر ہے تو میت کو اس سے زیادہ ثواب پہونچیگا۔ اگر ریا اور پابندئ رسوم کا خیال ہے تو نہ قبرستان کی خیرات فائدہ بخش ہو سکتی ہے۔ اور نہ خویش و اقربا کی اعانت سے کوئی ثواب متوقع ہو سکتا ہے۔ (۴) قبر پختہ بنانا۔ اسپر غلاف یا چادر چڑہانا۔ اسپر روشنی کرنا۔ پھول چڑہانا۔ یہ سب امور شرعاً گناہ ہیں۔ حدیث شریف میں ایسے کام کرنیوالوں کے حق میں وعید شدید آئی ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا ہوئے۔ معدودے چند پیغمبروں کی قبر کے سوا سب کی قبروں کے نشان معدوم ہیں۔ کیا اس سے اونکی تقدیس۔ اون کے عظیم الشان مراتب میں کوئی فرق آگیا ہے، ہمارے زمانہ میں انبیاء علیہم السلام بعض صحابہ کرام اور بزرگان

دین نے مسجع و مرصع قبو نظر آتی ہیں۔ جن پر کروڑوں روپیہ صرف ہوچکا ہے۔ یہ اُن اُمراء
خلفاء اور رؤساء کے کام ہیں۔ جو احکام شریعت کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ غیر
اقوام کے رسم و رواج کو مستحسن سمجھکر اپنے بزرگوں کے ساتھ بھی اُسی طرح پیش آتے ہیں
اُس کے ذمہ دار و جواب دِہ خود ہونگے۔ شارع علیہ السلام نے نہ کوئی قبر پختہ بنوائی تھی
نہ کسی ایسے بیہُودہ غیر ضروری تعمیر کا حکم فرمایا۔ غور سے دیکھو کہ اگر تم نے کسی بزرگ
کی پختہ قبر بنوادی۔ مرنیوالے کو اِس سے کیا فائدہ ہوگا یہ نشان کبتک قائم رہیگا۔ آخر
ایک دن اوس کا مقبرہ دو نو ہوجاویگی۔ پھر اِس اسراف لایعنی کا مطلب
کیا ہُوا؟ سوائے مخالفت شریعت کے۔ (۵) کئی آدمی ایسے مرتے ہیں کہ دم نکلتے ہی
اونکی جائداد متروکہ کے کئی وارث بن جاتے ہیں۔ کئی ان میں نابالغ۔ کئی بلغ۔ کئی
آسودہ حال کئی غریب محتاج۔ بعض موجود اور بعض دُور کسی دوسرے شہر میں ہوتے ہیں۔
اب اوس جائداد متروکہ کے صرف میں کمال احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ مبادا کسی
حقدار کو نقصان پہونچے۔ لہذا کفن دفن میں اسطرح خرچ کرنا چاہیئے۔ جو ضرورت لاحقہ
سے زائد نہو۔ اور نہ خلاف شرع شریف ہو۔ اور نہ کسی کی حق تلفی کا احتمال ہو۔ ایسا
مال متروکہ جس کے وارثوں میں کوئی نابالغ اور کوئی غیر حاضر ہو۔ صدقات خیرات میں صرف
ہونا بھی گناہ عظیم ہے یتیموں کی حفاظت کرنی اور اون کے مال متاع کو خورد برد سے
محفوظ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نذر نیاز ختم۔ درُود۔ چالیسواں ششماہی یا برسی پر
یتیموں کا مال خرچ کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ البتہ بالغ وارث اپنے حصے سے
یا کسی اور جائداد سے حسب ارشاد آنحضرت صلعم صرف کرسکتے ہیں (۶) میّت پر نوحہ کرنا
سر پھوڑنا۔ بال نوچنا۔ گریبان پھاڑنا۔ بلند آواز سے رونا قضاء الٰہی سے ناراض ہوکر
شکوہ شکایت یا کلمات کفریہ کا اظہار کرنا۔ خاص تک بندی کے ذریعہ مستورات کا مِلکر
دین کرنا شریعت اسلام میں سب گناہ ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نوحہ کرنے
والیاں قیامت کے دن کتیوں کی صورت میں لاکر دوزخ کے کنارے کھڑی کیجاینگی
حکم ہوگا کہ جسطرح دنیا میں دین کرتی تھیں اوسی طرح یہاں بھی نوحہ کرو۔ البتہ رونا
جس میں آہ و زاری اور اشکباری تو ہو مگر غلبۂ ختل اور مخالف شرع کسی نا شائستہ
حرکات کا ظہور نہ ہو جائز ہے۔ بلکہ بہت ضروری ہے تاکہ بخار نکل جاوے اور نہ [illegible]

اثر محسوس ہو۔(۷) تین دن تک میت والوں کے گھر کا کھانا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی دور کا مہمان آجاوے تو اُسکی مہمانداری واجب ہے۔ تین دن تک میت والوں کا معمولی اور مختصر کھانا ذی وسعت اور قریبی رشتہ داروں پر واجب ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس میں تکلف نہ ہو۔ احسان نہ ہو لین دین کا خیال نہ ہو۔ ادلے کا بدلہ مدنظر نہ ہو۔ قرض اٹھا کر نہ ہو۔ محض ہمدردی اور اخوتِ اسلامی کا خیال ہو۔ جو لوگ اہل میت کی روٹی میں پوری ضیافت کا سامان کرکے تمام رشتہ داروں کو ہمسائیوں کو ملنے جلنے والوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ بصورتِ دیگر اسکو برا سمجھتے ہیں وہ اسراف و تبذیر۔ نام و نمود۔ ریا و تفاخر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر سوائے اہل میت کے نہ کسی کیلئے پکانا جائز ہے اور نہ کسی کو کھانا جائز ہے۔ بلکہ جو لوگ کئی کئی دن تک اس غمزدہ گھرانے میں پڑے رہتے ہیں بجائے ہمدردی کے اُلٹا انہیں پر خدمت و تواضع کا بوجھ ڈالتے ہیں۔ انکو بھی باز آنا چاہیئے۔(۸) تیسرے دن میت کے قل ہوتے ہیں۔ اچھا کھانا تیار ہوتا ہے۔ اہل محلہ رشتہ دار کچھ درویش اور مولوی صاحب ختم کے واسطے جمع ہوتے ہیں قرآن شریف کی چند آیات اور کلماتِ دعائیہ پڑھکر میت کو اسکا ثواب پہونچاتے ہیں۔ مولوی صاحب اور اون کے رفقاء کچھ نقد جنس اور کھانا لیکر رخصت ہوتے ہیں۔ بعض جگہ مجمع کے آدمی بھی اس خواندگی میں شریک رہتے ہیں۔ ماحضر سے اپنا اپنا نصیبہ لیکر یا کھا کر چلے جاتے ہیں۔ بظاہر یہ رواج مستحسن نظر آتا ہے مگر یہ بھی بہت سی پوشیدہ بدعات کا مجموعہ ہے۔ ادنیٰ تامل سے واضح ہو جائیگا کہ یہ اجتماع بھی ایک رواج ہے۔ جو لوگ اس موقعہ پر آتے ہیں انکی غرض یا تو رفع شکایت یا ہوس شکم پری ہوتی ہے۔ ایصال ثواب برائے نام ہوتا ہے۔ اگر شریک ہونیوالے حضرات گھر میں بیٹھکر تمام قرآن شریف بھی ختم کرکے میت کو بخشدیں تو میت والے اسکو پسند نہ کرینگے۔ اس سے ان کے پڑھنے اور ان کے پڑھانے کا نتیجہ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس ایسے فعل سے جو جبر و اکراہ سے کیا جاوے جس میں رواج کی پابندی کے سوا اور کچھ مقصود نہ ہو۔ کسی قسم کے ثواب کی توقع رکھنا کارِ خردمنداں نیست۔ پس درویشوں اور مولوی صاحب کی تشریف آوری کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔ مولوی صاحب کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس موقع پر انکو کچھ حاصل حصول نہ ہوگا تو پھر ہرگز نہ آئینگے۔ یہی وجہ ہے کہ نامور علماء اور کامیاب مولوی

اکثر غرباء کی شادی غمی کی تقریبوں پر کم تشریف لیجاتے ہیں۔ غرض مولوی صاحب کو یقین ہوتا ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہیں جائیگا۔ تھوڑا بہت جتنا پڑھتے ہیں اسکا معاوضہ لیکر ٹلتے ہیں۔ ایسی قرآن خوانی جسکی اُجرت لینی یا دینی پڑے شرعًا اس پر کسی قسم کا ثواب مرتب نہیں ہو سکتا۔ دنیا طلب مُلاّؤں نے احمقوں کو ایسی غیر شرع رسوم میں پھنسا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے ورنہ قرآن خوانی کی اُجرت نہ لینی جائز ہے اور نہ دینی گویا اس موقعہ پر جو کچھ ہوتا ہے۔ خواہ قرآن خوانی ہو یا نقد و جنس اور طعام کی تقسیم چونکہ اس میں آبائی رسوم کی ادائگی مدنظر ہے لہذا سب فضول اور غیر شرع ہے۔ کیونکہ شریعت میں اسکی کوئی اصل نہیں (۹) یوں تو چالیسویں تک جمعرات کے سوا بھی بعض دن مقرر ہیں۔ جنمیں قریب کی مسجد کے مُلاّں اور کچھ درویشوں کو بلاکر ورنہ کچھ پکا کر مسجد میں بھیج دیتے ہیں۔ مُلاّں صاحب چند کلمات یا آیات بے موقع و بے محل پڑھکر کھانا ہضم کر جاتے ہیں۔ مگر چالیسویں کے دن ضیافت بڑے شاندار پیمانہ پر ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر نہ اپنی استطاعت کا خیال رہتا ہے اور نہ یتیموں کی حق تلفی کا خوف۔ مکان بِک جانے تو بلا سے۔ زیور گرد پڑے تو بیزار سے۔ مگر پلاؤ قورمہ ضرور ہو اور ضیافت ایسی شاندار ہو کہ نہ کسی نے کی ہو اور نہ کر سکے۔ اودھر شام ہوئی۔ ادہر رشتہ دار۔ اہل محلہ۔ امام مسجد اور درویشوں کا لام لشکر اسطرح آن موجود ہوا کہ جسطرح مُردار پر گرجھ۔ مہمانوں کی چہل پہل۔ اور انواع و اقسام کے کھانوں کو دیکھکر آنکھوں میں بیاہ کا سماں بندھ جاتا ہے اس موقع پر بھی ختم پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد کھانا چنا جاتا ہے۔ حاضرین خوب مزے لے لیکر کھاتے ہیں۔ اور قرابت داروں کو جو شریک نہیں ہو سکتے۔ اُن کے گھروں میں بھیجدیا جاتا ہے! ور مُلاّں صاحب کو رخصت کرتے وقت نئے کپڑے بھی دئیے جاتے ہیں۔ تاکہ میت کو لباس کے نہ ہونے سے تکلیف نہ ہو۔ حالانکہ شریعت اسلامی اس قسم کے مزخرفات اور بیہودہ رسومات سے قطعًا معرّا و مبرّا ہے۔

**حکایت** ہمارے پڑوس میں ایک عورت فوت ہو گئی۔ ناداری کا یہ عالم تھا کہ تجہیز و تکفین کے لئے بھی روپیہ موجود نہ تھا۔ مرحومہ کے لڑکے کو جسکی عمر تیس سال کی تھی۔ سخت فکر دامنگیر ہوا مرحومہ کو وہیں چھوڑ کر روپیہ کے انتظام کے لئے گھر سے نکلا۔ صبح ہوتے ہی رشتہ دار اور اہل محلہ جمع ہونے لگے مگر لڑکا

نظر نہیں آتا۔ سب حیران ہوئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دفن کفن کے لئے روپیہ فراہم کرنے گیا ہے۔ محلہ کے ایک باحمیت شخص نے محلہ میں چندہ کر کے میت کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا۔ میت کو غسل دیا گیا۔ تکفین بھی ہو چکی مگر لڑکا واپس نہ آیا۔ ہر طرف آدمی دوڑائے گئے بعد از ہزار دقت لڑکا ملگیا۔ اسے تبلایا گیا کہ جنازہ اٹھنے کو تیار ہے صرف تمہارا انتظار ہے۔ اس بدنصیب کو اطمینان تو ہوا مگر ندامت کی یہ حالت تھی کہ مارے شرم کے زمین میں گڑا جاتا تھا۔ گھر آیا۔ جنازہ لیکر قبرستان پہونچے۔ دفن سے فارغ ہو کر گھر آئے وہاں دھرا ہی کیا تھا کہ جسکی کشش ملانوں اور قرآن خوانوں اور حفاظ اور درویشوں کو کشاں کشاں لے آتی۔ معاملہ رفت و گزشت ہوا۔ تیجے رسم قل ہوئے۔ جمعرات کے روز ملاں صاحب کو کھانا بھیجا گیا۔ اتنے میں چالیسویں کی تقریب سر پر آ گئی۔ اس عرصے میں لڑکے نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ڈیڑھ سو روپیہ قرض لیا۔ وہ دیگیں کھڑکیں کہ پناہ بخدا۔ وہی محلہ والوں۔ رشتہ داروں۔ ملانوں اور درویشوں کا لشکر بے اماں آن موجود ہوا۔ اور چند منٹوں میں دیگوں کا صفایا بولکر یہ جا وہ جا سب غائب غلہ ہو گئے۔

ایک شخص بوجہ پیرانہ سالی کاروبار سے معذور ہو گیا۔ سعادتمند لڑکوں نے اسے گھر سے نکالدیا۔ بیچارہ شہر کے باہر ایک تکیہ میں جا بیٹھا کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے شہر میں ایک دوست کے پاس چلا گیا۔ اور وہاں چند ماہ بیمار رہکر عالم غربت میں بحالت بیکسی و بےبسی فوت ہو گیا۔ لڑکوں کو اس حادثہ جانکاہ کی خبر ملی تو خوب روئے پیٹے۔ قل ہوئے جمعرات کے ختم ہوئے اور چالیسواں اس دھوم سے ہوا کہ باید و شاید۔ سنا ہے کہ چالیسویں پر قریباً پانچسو روپیہ خرچ ہوئے۔

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ خود ساختہ رسوم کسقدر تباہ کن اور ہلاکت انگیز ہیں۔ اہل اسلام اگر فی زمانہ ذلیل و خوار اور مفلس و قلاش۔ غریب و نادار اور پائی پائی کو محتاج اور بال بال قرض میں گرفتار ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ شادی غمی کے موقعوں پر اپنے نام و نمود کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھکر خرچ کر بیٹھتے ہیں اور پھر تمام عمر قعر ذلت کی خاک پر لوٹتے اور افلاس کے آہنی پنجہ میں پھنسکر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسوقت اہل اسلام پر افلاس کی گھٹا چھا رہی ہے نحوست ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے فقر و ناداری سے ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ جائدادیں قرق ہو رہی ہیں مسلمان بے خانمان

ہو رہے ہیں اور معزز اسلاف کے ناخلف نام لیوا انہی فضول خرچیوں کے ہاتھوں دربدر خاک بسر کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے پھر رہے اور اپنے باپ دادا کے نام کو ڈبو رہے ہیں اور اپنی قومی عزت کو برباد کر رہی ہیں اسلام ان فضول خرچیوں سے قطعاً بیزار ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین کے مطابق مسرف شیطان کے بھائی ہیں۔ اور دوزخ انکا ٹھکانہ ہے۔ لہذا اسراف سے قطعاً اجتناب کرنا لازم ہے جمہور کا فرض ہے کہ مسرفین کو بائیکاٹ کریں اور علماء کرام و مشائخ عظام کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ ان تقاریب و رسومات کے خلاف عملی جہاد کرکے نہی عن المنکر کے مقدس فرض سے عہدہ برآ ہوں اور ان ننگ اسلام رواجوں سے اسلام کو پاک و صاف کرنیکی کوشش کریں۔ ورنہ اس دنیا میں ذلیل و خوار اور عقبیٰ میں عذاب ابدی میں گرفتار ہونگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام خرابیوں کا تدارک اور ان جمیع امراض مزمنہ اور تمام بربادیوں کا علاج صحیح ہمکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں ارشاد فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے المؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر یعنی ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اس آئت سے ثابت ہوتا ہے جو شخص باوجود دعویٰ ایمانداری اپنے بھائی مسلمان کی امداد نہ کرے۔ برے کاموں سے منع نہ کرے اچھے کاموں کا حکم نہ کرے۔ وہ درحقیقت سچا اور حقیقی ایماندار نہیں۔ اس قسم کی آیات قرآن کریم میں بہت ہیں اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدین النصیحۃ یعنی دین صرف خیر خواہی کا نام ہے۔ جو شخص کسی کی خیر خواہی نہیں کرتا۔ اسکا ادعاء دینداری محض کذب ہے۔ برے کو برائی سے ہٹا کر نیکی کی طرف لگانا سب سے بڑی اور حقیقی خیر خواہی ہے۔ کتب احادیث میں ہے کہ ایکدفعہ حضرت ابو بکر صدیق نے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم اس آئت کریمہ کو پڑھتے ہو مگر اسکا صحیح مطلب نہیں سمجھتے۔ آئت یایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (یعنی اے ایمان والو! تم اپنی اور اپنی قوم کی حفاظت کرو۔ جبتک تم سیدھے رہو گے کوئی بدخواہ اور گمراہ تمکو نقصان نہ پہونچا سکیگا) کے متعلق میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ما من قوم عملوا بالمعاصی فیہم من یقدر ان ینکر علیہم فلم یفعل الا یوشک ان یعمہم بعذاب من عندہ یعنی کوئی قوم ایسی نہیں جو معاصی و ذنوب میں مبتلا ہو اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوں جو انکو برائیوں سے روک سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی قوم کو برائیوں سے نہیں ہٹایا تو کوئی تعجب نہیں

کہ وہ تمام لوگ عام عذاب الہی میں گرفتار ہوجائیں یہ حدیث اور اسکا مفہوم اسوقت ہماری قوم پہ حرف بحرف پورا ہورہا ہے قوم انواع واقسام کے فسق وفجور میں مبتلا ہے شرابخوری۔ زنا۔ جوئے بازی حرامخوری۔ حرامکاری۔ چوری۔ بے ایمانی۔ دغابازی۔ خیانت۔ بدعہدی وغیرہ ممنوعات شرعیہ اور مکروہات قبیحہ قوم کے رگ وریشہ میں جاری اور ساری ہیں۔ ان امراض مہلکہ کے نتائج وآثار یعنی ذلت نکبت۔ افلاس۔ فقروفاقہ۔ مسکنت۔ نفاق وشقاق جہل علی وجہ الکمال ظہور ہورہا ہے زندان خانے اسی قوم سے معمور ہیں۔ تکیوں میں اسی قوم کے افراد عذاب الہی میں مبتلا ہیں دریوزہ گری اسی قوم کے حصہ میں مقدر ہوچکی ہے جہالت میں نصیبہ افزا اسی بدنصیب قوم کو مل چکا ہے غرض

بلبل ہیں تو ہیں بلبل تصویر خموشی ٭ اور گل ہیں تو گل شمع شبستان وفا ہیں
محرومیٔ تقدیر سے اس باغ جہاں میں ٭ جس رنگ میں دیکھو ہمیں بے برگ ونوا ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موجودہ حالت کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ یاتی علی امتی زمان لایبقی من الاسلام الا اسمه ولم یبق من الدین الا رسمه یعنے میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ نام کے مسلمان رہ جائینگے اور مذہب چند رسومات کی شکل اختیار کریگا" اب وہ زمانہ موجود ہے مسلمانوں میں حقیقی اسلام کا وجود مفقود ہے۔ مذہب جسم بیجان رہگیا ہے گلشن اسلام کو اگر دوبارہ سرسبز وشاداب دیکھنا چاہتے ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حربہ ہاتھ میں لیکر تمام وہ خار وخاشاک جس نے اس چمن ایزدی کو ویران وبرباد کردیا ہے اکھاڑ کر پھینکدو۔ ایثار نفس کے خون صالحہ سے اسکی آبیاری کرو یعنی جو لوگ جادہ اسلام سے روگردان ہوگئے ہیں یا وہ لوگ جو صراط مستقیم چھوڑ کر گمراہی کے میدان میں حیران وسرگردان ہیں انکو ملت بیضا کی مشعل ہاتھ میں لیکر شاہراہ اسلام پر لاؤ۔ خود ورطۂ ہلاکت سے بچو۔ مخلوق الہی کو عذاب الیم اور خزی عظیم سے بچاؤ۔ حدیث شریف میں بنی اسرائیل کی سرکشی طغیان وعدوان کے قصے بکثرت وارد ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث میں ارشاد ہوتا ہے عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل انه کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا هذا اتق الله ودع ما تصنع فانه لا یحل لك ثم یلقاه من الغد وهو علی حاله فلا یمنعه ذلك ان یکون اکیله وشریبه وقعیده فلما فعلوا ذلك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی ابن مریم ذلك بما عصوا وکانوا یعتدون کانوا لا یتناهون عن منکر فعلوه لبئس ما کانوا یفعلون ترى کثیرا منهم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لهم انفسهم الی قوله فاسقون ثم قال کلا والله لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتاخذن علی ید الظالم ولتاطرنه علی الحق اطرا

ولتقصرنه على الحق قصرا وليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض ثم ليلعننكم كما لعنهم (رواه ابوداؤد)

ترجمہ۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں پہلے یہ خرابی پیدا ہو گئی تھی کہ پہلے جب ایک آدمی دوسرے کو کسی برائی میں مبتلا پاتا تو اسکو روکتا کہتا کہ اے بندہ خدا اپنے اللہ سے ڈر اور ناجائز کام جو تو کرتا ہے چھوڑ دے پھر دوسرے دن جب اسکو اسی حال میں دیکھتا تو اسکو برے کاموں سے منع نہ کرتا۔ الٹا کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے میں شریک ہو جاتا۔ جب انکی حالت یہانتک پہونچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو بھی (بباعث شرکت معاصی) سیاہ اور سخت بنا دیا پھر آنحضرت صلعم نے لعن الذین کفروا الخ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے (اپنی قوم کے ایسے) کافروں پر لعنت کی جو گناہ کرتے تھے اور حدود الٰہی سے تجاوز کر جاتے تھے نیز ان لوگوں پر بھی لعنت فرمائی جو خود تو برے کام نہ کرتے تھے مگر برے کام کرنیوالوں کو منع بھی نہ کرتے تھے اور یہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے الخ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا میں سچ کہتا ہوں کہ تم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دو برے کاموں سے منع کرو اور ظالم کو ظلم سے ہٹا کر راستی پر قائم کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی انکی طرح سخت و سیاہ کر دیگا پھر تم پر بھی لعنت بھیجیگا جیسے ان پر لعنت بھیجی"۔

اس حدیث سے صاف وصریح طور پر واضح ہوتا ہے کہ (۱) سچے مومن کو منہیات اور محرمات الٰہی سے ہمیشہ علیحدہ رہنا چاہئے (۲) جو لوگ بدعات اور محدثات اور محرمات اور ممنوعات شرعیہ میں مبتلا ہوں سچے مسلم کی شان یہ ہے کہ انکی مجالس میں نشست برخواست نہ رکھے (۳) جو لوگ ایسے فساق نابکار اور فجار بدکردار کیساتھ اکل و شرب رکھتے ہیں۔ وہ بھی لعنتی ہیں جیسے لعن الذین کفروا الخ میں ارشاد ہے (۴) اگر ایسے ننگ اسلام اور بدنام کنندۂ ملت بیضا کیساتھ بیٹھنے اٹھنے کا موقع ملے تو انکو ہاتھ سے زبان سے جیسا کہ موقع دیکھے منع کرے اور ہٹاوے ورنہ وہ خود بھی لعنت الٰہی کا سزاوار ہو جائیگا (۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا ہر سچے اور صادق مسلم پر فرض ہے جو شخص باوجود دعوئ اسلام اس پر عمل نہ کرے بلاشبہ اسکے اسلام اور ایمان میں شک ہے۔

پس اے ہمدردان اسلام! اگر آپ کو اسلام کی اس نازک حالت کا احساس ہے اگر آپ مسلمانوں کو قعر ذلت سے نکالکر اوج ترقی پر پہونچانا چاہتے ہیں تو آپ آج ہی سے توکلاً علی اللہ اسپر عمل پیرا ہو جائیں پھر دیکھیں کہ مسلمان کیا کر سکتے ہیں اور کیا کر دکھلاتے ہیں ؎

اے دل تو دمے بیاد رحمٰن نشدی ٭ وز کردۂ خویشتن پشیمان نشدی!
صوفی و فقیہ و عالم و دانشمند ٭ این جملہ شدی و لے مسلمان نشدی

والسلام خیر ختام۔ دعاگو:۔ **شیخ عبدالرحمٰن نومسلم**۔ امرتسری ٭

باریتیانی، نبوت کی ضرورت، قرآن کریم کا وحی الٰہی ہونا۔ ملائکہ۔ جنات۔ شیاطین۔ سحر۔ معجزات، کرامات، مسئلہ تقدیر ضرورت قیامت۔ بہشت، دوزخ کی حقیقت، میزان، پلصراط، اعمال، ختم نبوت، بحث خلافت وغیرہ مضامین پر نہائت زبردست دلائل عقلی و فلسفی کے ساتھ مباحثہ کیا گیا ہے۔ مؤلف کا دعویٰ ہے کہ اس قسم کی کوئی کتاب بزبان اردو آجتک طبع نہیں ہوئی۔ قیمت ۱۲ر

**انوارِ قدسیہ** اس بے نظیر کتاب میں امام شعرانی رحمۃ نے جو فن تصوف کے مسلم امام تھے انہیں مضامین حقہ پر اکتفا کیا ہے جن کے مطالعہ سے ہر طالب صادق انوار الٰہی کا مشاہدہ اور قلب قاسی کا تذکیہ کر سکتا ہے۔ اولیاء اللہ کے مقالات، علامات اور مقامات کا مفصل بیان کر کے رہبر صادق کی شناخت کے نہائت ہی آسان طریقے تحریر کر دیئے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ مرشد کامل کا ملنا مشکل ہو گیا ہے روحانی درجات کے طے کرنے کیلئے اس کتاب کا زیر مطالعہ رکھنا بدرجہ حق نما کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت عہ

**داغِ دل** بیاہ شادی کے نشیب و فراز اور خاوند بیوی کے تعلقات کا نتیجہ خیز بیان نہائت وضاحت کے ساتھ دلچسپ ناول کے پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ عاشق مزاج نوجوان اور عقلمند والدین ضرور اسکا مطالعہ فرمادیں۔ قیمت ۸ر

**سوانحعمری آنحضرت صلعم** آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی کے نہائت پاکیزہ اور ضروری واقعات نہائت ہی اختصار کیساتھ درج کئے گئے ہیں۔ جو مسلمان اپنے پیارے نبی شفیع امت کے اتنے حالات بھی نہ جانتا ہو اسکا دعوی مسلمانی محض عبث ہے۔ قیمت ۵ر

**خیرِ کثیر** اس رسالہ میں محض عقلی دلائل اور روزمرہ کے واقعات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال کیا گیا ہے۔ انگریزی خوان حضرات کیلئے بے نظیر تحفہ ہے۔ قیمت ۴ر

**معجزۂ قرآن** اس تصنیف میں مروجہ قانونِ میراث کو قابل اعتراض اور بے اصول ثابت کر کے قرآن شریف کا بیان کردہ ایک با اصول اور معقول طریقہ میراث پیش کیا گیا ہے۔ میراث کی کتابوں کی فاش غلطیاں نہائت زبردست دلائل سے واضح کر دیگئی ہیں۔ بہت سے معقول پسند اور منصف مزاج علمائے دین اور مفتیان شرع متین نے اسکو نہائت وقعت سے دیکھا ہے۔ ۶ر

**مرقعِ اناجیل** اس کتاب کو بجواب "امہات المؤمنین" ایک گریجوائٹ نے تالیف کیا ہے۔ موجودہ مذہب عیسوی کی تردید اناجیل مروجہ سے کیگئی ہے۔ خصوصاً نسب نامہ یسوع ناصری کے بعض مخرب الاخلاق اور حیا سوز واقعات ناول کی طرز پر تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ قابل دید کتاب دو حصوں میں ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۸ر

**حدوثِ مادہ**

سائنس موجودہ کی اصولوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ ساتھ ساتھ آریوں اور دہریوں کے عقائد فاسدہ کی بھی خوب دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ یہ کتاب آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم وکیل و اڈیٹر عصرِ جدید کی قابل دید یادگار ہے قیمت صرف ۳ ر

**حقیقتِ وید**

ویدوں کے منتروں سے وید کی قلعی کھولی گئی ہے۔ صرف ایک دفعہ کے مطالعہ سے ویدوں کی خرابیاں دلنشیں ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۲ ر

**حزب الاعظم**

آنحضرت صلعم نے اپنی تمام زندگی میں جسقدر دعائیں مختلف حالات و اوقات میں مجیب الدعوات سے مانگی ہیں یا جو جو اوراد و وظائف حضورؐ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے ان سب کو امام علی ابن سلطان القاری نے اذکار کی نہایت مستند اور مسلم کتب مثلاً امام جزری کی حصن حصین، امام نووی کی کتاب الاذکار، امام جلال الدین سیوطی کی کلم الطیب اور جامعین امام سخاوی کی القول البدیع سے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب حمدِ الٰہی کا مخزن اوراد کا معدن اور درود شریف کے مختلف صیغوں کا مرتب ہے۔ ترجمہ قرآن شریف کی طرح بین السطور ہے تمام خوبیاں ملاحظہ پر منحصر ہیں۔ قیمت ۸ ر

**لغات القرآن**

غیاث اللغات کے طرز پر قرآن کریم کے تمام و کمال الفاظ کے معانی نہایت سلیس اور بے حد تحقیق سے اردو میں بیان کئے گئے ہیں۔ شروع میں صرف و نحو عربی کی مختصر مگر جامع اصول و قواعد بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ اردو خوان اصحاب بغیر مدد کسی استاد کے عربی زبان سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں قیمت عہ ر

**تاریخ بیت اللہ شریف**

خانۂ خدا زاد اللہ شرفہا کی مفصل و مکمل تاریخ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے قابل۔ لکھائی خوبصورت چھپائی عمدہ۔ کاغذ سفید چکنا اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت ۱۲ ر

**بابل**

قرآن شریف کی آیت ببابل ہاروت و ماروت میں جس بابل کا ذکر ہے اس کے مفصل و مکمل حالات اور اس کے عجائبات و باقیات کا بیان، آج سے ہزاروں برس پہلے کی تمدنی ترقیات و تہذیب کا فوٹو۔ موجودہ تحقیقات کا نچوڑ۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ کاغذ چکنا سفید اعلیٰ۔ قیمت ۸ ر

تمام کتابوں کے ملنے کا پتہ: **مینیجر کتبخانہ اسلامیہ قلعہ سٹریٹ۔ امرتسر**

سوانحعمری قیمت ۴ ر

اخری درج شده تاریخ پر یه کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقاء، مجلس انتظامی [illegible] ایک وقت میں [illegible] کتابیں لے سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات [illegible] ایک وقت میں [illegible] کتابیں لے سکیں گے۔

۳۔ طلبائے [illegible] ایک وقت میں [illegible] کتابیں لے سکیں گے۔ ایم اے و ایل ایل بی و [illegible] کتابیں لے سکیں گے۔

۴۔ مدت [illegible] کتابیں [illegible] واپس [illegible]

۵۔ [illegible] کتابیں [illegible] جاری نہ کی جا سکیں گی [illegible]

۶۔ کتابیں [illegible] کتب خانہ [illegible] لازم ہے۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان [illegible] نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے و حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط